حجم ۳۰ صفحے، لکھائی چھپائی بچوں کے مناسب ہے پتہ:۔ مسرز عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب لاہور،

خلاصۂ اسلام، جناب مولوی احمد علی صاحب نے چھوٹے چھوٹے رسائل کا سلسلہ جاری کیا ہی، جن کے ذریعہ وہ اشاعت وحفاظتِ اسلام کی خدمت انجام دیتے ہیں، ان رسائل میں ایک "خلاصۂ اسلام" ہے، جس میں قرآن مجید کی ان آیتوں کو جو اصُول اسلام سے تعلق رکھتی ہیں پیش کرکے ان کا خلاصہ اور ماحصل سمجھایا ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۱ صفحے، دوسرا رسالہ "خلق محمدی" ہے جس میں اخلاق نبوی بیان کئے گئے ہیں، حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۰ صفحے تیسرا رسالہ "اصلی حنفیت" ہے جسمیں مذہب حنفی کو احناف کے قانون سے اس کے اصلی خط وخال میں پیش کیا گیا ہے، اور آج کل بعض مزخرفات وبدعات جو حنفیت کا جزو سمجھے جاتے ہیں ان کی تشریح کی گئی ہے حجم چھوٹی تقطیع پر ۳۶ صفحے، ان میں سے ہر رسالہ ایک ایک آنہ کے ٹکٹ میں انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے مل سکتا ہی،

خرافات عزیز، جناب مرزا یاس یگانہ لکھنوی عظیم آبادی نے جناب عزیز لکھنوی کے بعض کلام پر تنقیدی نظر ڈالی ہے، اور اسکو "شہرت کاذبہ یا خرافات عزیز" سے موسوم کرکے شائع کیا ہے، تنقید وتبصرہ تو فی نفسہ ایک ادبی خدمت ہے، لیکن زیر تبصرہ رسالہ میں جو اسپرٹ نمایاں ہے اور طرز نگارش میں جو لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے، وہ جناب یاس یگانہ کے شایان شان نہیں حجم چھوٹی تقطیع پر ۶۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت معمولی، قیمت ۸ر پتہ مرزا یاس یگانہ عظیم آبادی بالائے قلعہ علی گڈھ،

مجالس حسنہ، جناب ملا محمد الواحدی صاحب نے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کے چند ملفوظات کو "مجالس حسنہ" کے نام سے شائع کیا ہے، حجم ۸۰ صفحے قیمت ۱۰ر پتہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۱ دہلی،

نغمۂ افسوس، جناب سید محمد علی صاحب افسوس ٹونکی وکیل درجہ اول نے اپنا مجموعۂ کلام "نغمۂ افسوس" کے نام سے شائع کیا ہے، حجم ۱۲ صفحے لکھائی چھپائی معمولی اور کاغذ عمدہ ہے قیمت ۸ر جناب افسوس جاورہ، مالوہ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

"ر"

مجلد ہژدہم	ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات

مرہٹی انسائیکلوپیڈیا مین ذات پاک نبویؐ کے متعلق جو ناسزا کلمات لکھے گئے تھے، سب سے پہلے معارف (جلد ۱۷، نمبر ۴) مین ان پر اعتراض کیا گیا تھا، اور مرہٹی بولنے والے مسلمانون کو ادھر متوجہ کیا گیا تھا، الحمد للہ کہ مسلمانون نے ادھر توجہ کی، بمبئی کے اخبارون اور انجمنون نے اس مین حصہ لیا، روزنامۂ خلافت اور بمبئی کرانیکل نے اس پر مضامین چھاپے اور نوٹ لکھے، انجمن ضیاء الاسلام نے انسائیکلوپیڈیا کے چیف اڈیٹر سے خط و کتابت کی، بوہرون کے امام ملا طاہر سیف الدین صاحب نے بھی ان سے کچھ گفتگو کی، بمبئی کے بہت سے ممتاز مسلمانون نے ایک معروضہ پر دستخط کرکے حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا، ہمارے فاضل دوست پروفیسر نواب علی نے انسائیکلوپیڈیا کے غلط اعتراضات کا شائستہ جواب چھپوایا،

چیف اڈیٹر نے اپنی مدافعت مین یہ قبول کیا کہ یقیناً یہ الفاظ درشت اور سخت ہین، لیکن مین نے انگلینڈ کے بڑے مستشرق پروفیسر مرگولیوتھ کی کتاب محمدؐ سے یہ واقعات نقل کئے ہین، مگر ہمارا اعتراض تو یہی تھا کہ ایک ایسے موضوع پر جب کے جاننے والے اور واقفکار خود اسکے پڑوس مین موجود تھے، سات سمندر پار کے ایک مشکل کشا سے حل مشکل کی کیا ضرورت پیش آئی،

سنا ہے کہ چیف اڈیٹر نے وعدہ کیا ہے کہ وہ چند مسلمان فضلاء سے مبادلۂ خیال کرکے، انسائیکلوپیڈیا کے خیر مین ایک تصحیحی ضمیمہ لگا دینگے جس سے اس غلطی کی تلافی ہو جائے گی، ظاہر ہے کہ یہ صورت تلافی مافات کی کچھ زیادہ موزون نہین ہے، انسائیکلوپیڈیا کے ختم کا کب تک انتظار کیا جائے گا آج کے زہر کے لیے سالہا سال کے بعد تریاق کے

استعمال کے مشورہ کو کون تسلیم کرے گا، بہتر ہے کہ چیف اڈیٹر صاحب مبادلۂ خیال کرکے اپنے گذشتہ بیانات کی تردید و تصحیح کا ایک ضمیمہ ابھی چھپوالین، اور جلد مذکور کے جتنے نسخے دفتر مین موجود ہین ان مین صفحۂ مطلوبہ مین یہ ضمیمہ لگا دین اور نسخے خریدارون کے پاس جا چکے ہین، ان کے پاس یہ ضمیمہ بھجوا دین، پھر چاہے کتاب کے آخر مین بھی اپنے تصنیفی غلط نامون کے ساتھ یہ ضمیمہ شامل کر دین تو نور علیٰ نور،

اسی سلسلہ مین یہ بات بھی بیان مین آئی ہے کہ اڈیٹر صاحب نے ملا طاہر سیف الدین صاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنی اس غلطی کی معافی مانگ لی ہے، اور ملا صاحب نے یہ معافی قبول کر لی ہے، انجمن ضیاء الاسلام نے چھاپا ہے کہ اڈیٹر نے معافی نہین مانگی ہے ہمین معافی سے بحث نہین، یہ ایک فرد کی صلح و جنگ کا مسئلہ نہین ہے، پوری قوم کا مسئلہ ہے، اصل بحث غلطی کی تلافی کی ہے اور وہ کس طرح ہو سکتی ہے اور کب ہو گی،

یا تو ہندوستان مین انگریزی مین مسلمانون کا کوئی اخبار و رسالہ نہ تھا یا اب ہر صوبہ سے ایک اسلامی انگریزی اخبار کی صدا آئی ہے، سندھ سے مسلم اینڈ کیٹ، پنجاب سے مسلم آوٹ لک، مدراس سے محمدن، بنگال سے پرانے مسلمان کے بعد اب مسلم کرانیکل نکلا ہے، یوپی سے علی گڈہ میل نکالا گیا ہے، لکھنؤ اور پٹنہ سے بھی اسی قسم کی بھنک آتی ہے خدا کرے کہ کونسلون کے انتخابات کے بعد بھی یہ نئے اخبارات نکلتے رہین، آجکل قومی معاملات کی ابتری جس نازک حد تک پہنچ گئی ہے، اس کے لیے صحیح خیال اخبارون کی سخت ضرورت ہے، دلی کے کامریڈ کو اپنی نشأۃ ثانیہ کے لیے خدا جانے اب کس قیامت کا انتظار ہے،

اسی سلسلہ مین دو ایک اسلامی علمی رسالے بھی نکلے ہین یا نکلنے والے ہین، کلکتہ سے مسلم ریویو مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ کی طرف سے مسٹر ہارلے ایم اے (پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ) جناب صلاح الدین

خدا بخش ایم اے، بی سی ال، اور جناب عبد العلی صاحب ایم اے کی اڈیٹری مین نکلا ہے، اور خوبی سے نکلا ہی تمام مضامین اسلامی علوم و فنون اور تاریخ سے متعلق ہین،

مشہور مسلمان انگریز اہل قلم مسٹر ایم، پکتھال (سابق اڈیٹر مسلم کرانکل، حال پرنسپل حیدر آباد ہائی اسکول) کی ادارت مین انگریزی کا ایک اسلامی علمی، تمدنی، تاریخی رسالہ حیدر آباد سے نکلنے والا ہے، موصوف نے اس کے متعلق جو خط لکھا ہے، اس مین لکھتے ہین:-

"اس رسالہ کی اشاعت کا مقصد یہ ہوگا کہ اسلام، اصول سلطنت اسلامی تاریخ و تہذیب اسلام کے متعلق صحیح معلومات کی اقصائے عالم مین اشاعت ہو، خصوصاً مسلمانون کی زندگی کے کارنامے ان کے حقیقی کمالات، علوم و صنعت کے اصلی نمونے دنیا کے سامنے پیش کئے جائین گے، رسالہ کو مذہبی یا سیاسی مباحث سے کوئی تعلق نہ ہوگا، اور اس مین کوئی مضمون یا بحث کبھی ایسی درج نہ ہوگی جو مذہب اسلام کے خلاف ہو یا جسکا اثر عقائد اسلامی پر خلاف پڑے، اور چونکہ اسکی اشاعت کا مقصد عام ہے، اور اسکی اشاعت طالبان علم و ماہرین خصوصی تک محدود نہین رہے گی، لہذا اسکی عبارت صاف اور عام پسند ہوگی، اور غیر دلچسپ اور پیچیدہ مضامین سے پرہیز کیا جائیگا، اس کا سائز قریب قریب انگریزی رسالہ "نائنٹینتھ سینچوری" کے سائز کے برابر ہوگا، اور ضخامت ۔۔ صفحات،

ہمین امید ہے کہ دکن اور ہند کے ارباب ذوق اس متوقع رسالہ کی پوری قدر کرینگے،

پچھلے مہینون مین دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے مطبوعہ نسخۂ مستدرک للحاکم پر جو تنقید دو نمبرون مین چھپی تھی اور ان مین جن بعض فرو گذاشتون کا ذکر کیا گیا تھا، ان کے جواب مین دائرۂ مذکور کی طرف سے ایک مراسلہ موصول ہوا ہے، جس مین ان کا جواب دیا گیا ہے، یا نقائص کے اسباب بتائے گئے ہین، آئندہ کسی نمبر مین یہ مضمون آپ کے سامنے آجائے گا،

متن حدیث کی کل ۱۲ کتابین اس وقت چھپی ملتی ہین جنمین سے مشہور و معروف چھ کتابین ہین جنکو صحاح ستہ کہا جاتا ہے، ان کے علاوہ اس وقت تک موطا، معجم طبرانی صغیر، سنن دار قطنی، مسند ابوداؤد طیالسی، منتقی ابن جارود، مسند ابن حنبل، مسند دارمی چھپی ہین، اور ملتی ہین، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق، ابن حبان، ابو یعلی، بزار، طبرانی کبیر، اور بیہقی کی اشاعت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے، علم حدیث کے شائقین یہ سنکر خوش ہون گے کہ مستدرک حاکم کے بعد دائرۃ المعارف بیہقی کی سنن کبیر کی طبع مین مصروف ہے،

اس سلسلہ مین ایک خوشخبری اور بھی سنانی ہے، احادیث کے ان مجموعون مین بکثرت مکرر حدیثین ہین اور بہت سی ایسی بھی ہین جو ایک مین ہین لو دوسرے مین نہین ہین، اسلیے حدیث کے مطالعہ کرنے والون کو کسی ایک مسئلہ پر کل حدیثون کا ڈھونڈھنا مشکل ہو جاتا ہے، اس کے حل کے لیے محدثین نے ایسی کتابین ترتیب دی ہین جنمین تمام حدیثین صحاح ستہ کی یا کل مجموعون کی مکرر اور متحد حدیثین حذف کر کے یکجا کر دی ہین، اس قسم کی کتابون مین ملا علی متقی کی کنز العمال، ابن اثیر کی جامع الاصول، اور ہیثمی کی مجمع الزوائد کی ایک جلد چھپ گئی ہے،

علامہ مجد الدین ابن اثیر نے جامع الاصول مین بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو داؤد اور موطا امام مالک کی حدیثین یکجا کی تھین، اور ابن ابی بکر ہیثمی نے ابن ماجہ، بزار، ابو یعلی، اور طبرانی صغیر، اوسط، اور کبیر، کی وہ حدیثین یکجا کین جو مذکورہ صحاح ستہ مین نہین، گیارہوین صدی مین محمد بن محمد بن سلیمان مغربی

نے سنن دارمی کا اضافہ کرکے ان بارہون کتابون کی حدیثین جمع کردین، اور اس کا نام جمع الفوائد رکھا،

یعنی اس مین بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، موطا، ابن ماجہ، بزار، ابویعلی، طبرانی صغیر، طبرانی اوسط

طبرانی کبیر، سنن دارمی، تیرہ کتابون کو یکجا کردیا ہے، اس طرح اس آخری مجموعہ نے کتب احادیث کے انبار

سے شائقین کو مستغنی کردیا،

اسی آخری کتاب جمع الفوائد کا نہایت عمدہ قلمی نسخہ جسپر شام کے ایک عالم علامہ خالد نقشبندی کے

حواشی تھے شام مین امام نووی کے دار الحدیث کے صدر مدرس علامہ بدر الدین کے کتب خانہ مین تھا، پچھلی

جنگ عظیم مین یہ کتب خانہ جل کر خاک ہوگیا، خدا جانے احادیث کے کیا کیا انمول جواہر اس خاکستر کے ڈھیر

مین دفن ہوگئے،

میرٹھ کے مشہور عالم مولانا عاشق الٰہی صاحب (مترجم قرآن مجید) جو عاشق الٰہی ہونے کے ساتھ عاشق رسول

بھی ہین، ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) مین موصوف نے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا، اور اسی سلسلہ مین دمشق پہنچے، تو اس کتبخانہ

کی بربادی اور اس نسخہ کے تلف ہونے کا حادثہ سنا، اسی کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ اس نسخہ کی کامل نقل علامہ

بدر الدین کے شاگرد محمود بن رشید کے کتب خانہ مین اب بھی موجود ہے، مولانا دمشق سے ۔۔ میل چلکر کفرسوسہ

مین پہنچے، اور محمود صاحب سے مکرر اسکی نقل چاہی، موصوف نے اس شرط سے اجازت دی کہ آپ اسکو چھاپکر

شایع کردین، مولانا نے پورے ایک سال وہان رہ کر نسخہ مذکور کی ایک کامل اور مصحح نقل لی، اور یہ ہدیۂ

گرانمایہ لیکر وطن واپس آئے اور ساتھ ہی اس کے لیے مصر سے عربی ٹائپ بھی لائے، جسکا چھپا ہوا

ایک ورق ہمین لطف فرمایا ہے،

مولانا ممدوح اس کتاب کی اشاعت کی فکر مین ہین، مگر

کریمان را بدست اندر درم نیست

خداوندان نعمت را کرم نیست

تاہم مولانا اس شرف مین کسی اور کو شریک کرنا نہین چاہتے، نہ تو کسی سے اس کے لیے چندہ لینا

چاہتے ہین، اور نہ اعانت قبول کرنا چاہتے ہین، بالآخر اس پر تیار ہوئے ہین کہ ڈھائی سو خریدارون سے کتاب کی

پیشگی قیمت لیکر کام کو آگے چلائین، کتاب چار جلدون مین ہوگی پیشگی ادا کرنے والون سے ایک نسخہ کی قیمت

صہ للعہ/ یکمشت، ۱۰ نسخون کے پیشگی خریدار سے فی نسخہ عہ (کل مائعہ) اور پچاس نسخون کے پیشگی خریدار سے

فی نسخہ عہ (کل ہما) لیجائیگی، امید ہے کہ علم حدیث کے شائق کتابون کے تاجر اور ثواب اخروی کے طالب

اس کار خیر مین عجلت کرین گے، اگر مولانا کی عمر نے خدانخواستہ دفا نہ کی تو ان کے جانشین اس کام کو جاری رکھینگے،

یا جاری نہ رکھ سکین گے، تو مولانا کی جائداد سے رسید دیکھکر روپیہ واپس کردینگے، ہر خریدار کو ساتھ ہی یہ لکھنا

چاہیئے کہ خدانخواستہ اسکا رشتۂ حیات منقطع ہوگا تو اس کا وارث کون ہوگا یا کس مدرسہ مین ان کا نسخہ

وقف کردیا جائے؟ اس احتیاط شرعی کے بعد امید ہے کہ لوگون کو مستقبل کے متعلق تشفی ہوجائیگی، مولانا کا

اندازہ ہے کہ اگر اتنے خریدار مل گئے تو ایک سال مین یہ کام انجام پاجائے گا،

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اب سے چند ماہ پیشتر پروفیسر مارگیولیتھ سے واقدی کی معتبری و نامعتبری کے متعلق

مراسلات ہوئے تھے، اور بالآخر جنوری ۱۹۲۶ء مین واقدی کی نامعتبری کے متعلق ایک بسیط مضمون معارف

مین شائع ہوا تھا، اور اسی کی ایک نقل دوکنگ (انگلینڈ) کے اسلامی رسالہ اسلامک ریویو مین

بھیجی گئی تھی، جسکو رسالۂ مذکور نے انگریزی مین ترجمہ کرکے دو نمبرون مین شائع کیا، اسکی اشاعت

کے بعد توقع تھی کہ پروفیسر صاحب اس کا جواب لکھین گے، مگر جواب آیا تو یہ کہ اسلامک ریویو کے

اڈیٹر کے نام ان پروفیسر موصوف نے ایک خط لکھا کہ اگر ایک مسلمان (سید سلیمان) دوسرے مسلمان (محمد بن عمر واقدی) کو کاذب و دروغگو کہتا ہے تو ایک غیر مسلمان (پروفیسر مارگیولیتھ) کو بیچ مین پڑنے کی کیا ضرورت ہے! کیا یہ وہی غیر مسلمان نہین ہین جنھون نے خواجہ کمال الدین صاحب کو لکھا تھا کہ "اسلام کے ایک سب سے بڑے مورخ واقدی کو آپ کے جھوٹے اور نامعتبر کہنے سے میرے دل کو ایسا صدمہ پہنچا ہے جو ایک مدت تک نہین مٹے گا"، کیا وہ عظیم الشان صدمہ ایک تحقیقی مضمون کا بھی تحمل نہ ہوسکا!

اکسفورڈ کے عربی پروفیسر تو خاموش ہو گئے، مگر اسی سرزمین کی ایک اور یونیورسٹی کے عربی پروفیسر نے ان کی جگہ لی، اور وہ واقدی کے ہمدرد و حامی بنکر سامنے آئے ہین، یہ ڈرہم یونیورسٹی کے عربی پروفیسر الے گویم A. GULLAME ہین، ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء کے خط مین وہ اسلامک ریویو کے اڈیٹر کو ایک خط لکھتے ہین جسمین وہ لکھتے ہین کہ سید سلیمان یا کوئی اور عالم انکے سوالات کا جواب دین، یہ سوالات اسماء الرجال کی تاریخ اور واقدی کے متعلق ہین، ساتھ ہی یہ بھی انھون نے لکھا ہے کہ مقصود مناظرہ نہین، بلکہ وہ اس موضوع پر ایک کتاب لکھ رہے ہین، اس کے لئے امداد مطلوب ہے، یہ خط مئی کے آخر مین یہان پہنچ چکا تھا، مگر اپنی ہندوستان سے غیر حاضری کے باعث وقت پر اسکی تعمیل نہ کرسکا، آیندہ موصوف کا خط مع جواب ناظرین کے پیشکش ہوگا،

مصائب اور فتنون نے مسلمانونکو ان کے خواب غفلت سے چونکا دیا ہے، اب مشرق کے مسلمان مغرب کے مسلمانون سے بغلگیر ہو رہے ہین اور مغرب کے مشرق سے مل رہے ہین، مکہ کے موتمر اسلامی اور قاہرہ کے موتمر خلافت کو ملاکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی حصہ کے مسلمان ایسے باقی نہین رہے جو یہان یا وہان شریک نہین ہوئے، لیکن جس ملک کے مسلمان اب تک اس برادری سے باہر ہین، وہ چین ہے،

چین کے مسلمانون کی نسبت ہمارے معلومات اس قدر کم ہین کہ ہم یہ بھی نہین جانتے کہ ان کی تعداد مردم شماری کیا ہے، عیسائی مشنری جو کچھ ان کی نسبت کہتے ہین، وہی ہم سنتے ہین، تاہم تین کروڑ سے کم کی آبادی نہین، ۷ کروڑ مسلمانون کا باقی ۳ کروڑ مسلمانون سے علحدہ اور بے خبر رہنا کچھ کم قابل افسوس نہین ہے حالانکہ ہمارے دشمن ان کی ایک ایک حرکت اور جنبش سے خبر رکھتے ہین۔

آپ کو کس قدر تعجب ہوگا کہ ۱۹۲۰ء مین جب مین انگلستان مین تھا تو برٹش میوزیم کے پاس کے مشرقی کتب فروشون کے ہان اکثر جایا کرتا تھا، ایک دفعہ گیا تو ایک متوفی مستشرق پروفیسر کی متروکہ کتابین معرض فروخت مین تھین، ان کو الٹا پلٹا تو ایک عربی زبان کا لیتھو پر چھپا ہوا رسالہ چینی ترجمہ کے ساتھ نکل آیا اس کو دوسری کتابون کے ساتھ خرید لیا، اس کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ چین کے انقلاب جمہوریت کے بعد ہی خاص چین سے یہ عربی چینی رسالہ نکلا تھا، جو مشرق اقصے سے انگلستان کے مغرب اقصیٰ مین پہنچ گیا تھا، اور مشرق اوسط کے رہنے والون کو اسکی خبر بھی نہ تھی، یہ یادگار، رسالہ اب تک ہمارے پاس ہے،

امید ہوتی ہے کہ اب چین کے نئے انقلاب نے چینی مسلمانون مین بھی نیا انقلاب پیدا کیا ہے، اس وقت شنگھائی چین سے آیا ہوا اسلامی رسالہ ہمارے سامنے ہے، یہ رسالہ تمامتر چینی زبان مین ہے، ٹائٹل پر اوپر عربی مین رسالہ کا نام الاعلام لکھا ہے، پھر یہ عبارت ہے "من جمعیۃ الاسلام العلمیۃ الصینیۃ الشہری العلمی الادبی الدینی" یعنی چینی علمی انجمن اسلام کی طرف سے ماہوار علمی، ادبی، مذہبی رسالہ، بیچ مین چینی خط مین کچھ لکھا ہے، نیچے انگریزی مین رسالہ کا نام "دی چائنا مسلم" (چینی مسلمان) لکھا ہے، اور اس کے نیچے ہے کہ یہ ماہوار رسالہ چائنا مسلم لٹریری سوسائٹی کی طرف سے شائع کیا گیا، دفتر کا پتہ نمبر ۶ تسن چوگ لی، تونگ پئین روڈ، شنگھائی، چین ہے، رسالہ کا پہلا نمبر جنوری ۱۹۲۶ء مطابق رجب ۱۳۴۴ھ مین نکلا ہے، اللہ تعالیٰ اس انجمن

اور ، سادہ کو ترقی اور سعادت نصیب کرے ، کہ یہ اس عظیم الشان برادری کا پہلا آرگن ہے ،

ایک زمانہ تھا جب ایجوکیشنل کانفرنس کے بعد مذہبی حیثیت سے ندوۃ العلماء کے جلسون کی بہار ہوتی تھی ، دور دور سے علما ، اور مشایخ اور قوم کے اکابر جمع ہوتے تھے ، اور مسلمانون کی اصلاح و ترقی کی تجویزین سوچتے تھے ، مگر جنگ عظیم نے صرف دنیا کی سیاسی و اقتصادی حالت ہی نہین بدل دی ، بلکہ ہر چیز اور ہر شی مین اس نے انقلاب پیدا کر دیا ، بہت سی نئی آل انڈیا مجلسین قائم ہوگئین ، قومی ضروریات بھی ایک حد تک بدل گئے ، ہر شہر مین ہر روز جلسون کی کثرت نے سالانہ مجالس کی رونق کم کر دی ، چندون کی بھرمار نے پرانی انجمنون کے خزانون کو خالی کر دیا ، یہ سب کچھ ہوا ، مگر آندھی کے گذر جانے کے بعد جسم قومی کو اب بھی انھین ہلکی ، لطیف ، اور سبک ہواؤن کی ضرورت اسی طرح باقی ہے ،

انھین مین ایک ندوۃ العلماء ہے جس کا وجود اور جس کی بقا اب بھی اسی طرح ضروری ہے ، امسال کا نومبر مین ۵-۶-۷ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء کی تاریخون مین کان پور مین اس کا سالانہ اجلاس ہے ، مسیح الملک جناب حکیم اجمل خان صاحب صدارت فرمائین گے ، اگر آپ آنہ سکتے ہون تو آپکی مالی اعانت کا ہاتھ ہر جگہ سے وہان تک پہونچ سکتا ہے ، کیا ہم اسکی امید رکھین ؟

خطبات مدراس ،

اوڈیٹر معارف نے پچھلے سال مدراس مین سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوون پر جو ۸ خطبے (لکچر) دیئے تھے ، وہ نہایت اہتمام سے عمدہ کاغذ پر چھپ کر تیار ہین ، چھپنے سے پہلے اس کے نصف آرڈر آچکے ہین ، یہ اس لائق ہین کہ مسلمانون کے علاوہ غیر مسلمون مین ہر جگہ تقسیم کئے جائین صفحات ۱۷۰ ، اصلی قیمت عہ ، ... (ٹکچر)

مقالات

حجاز کے کتبخانے

حجاز اسلام کا مرکز ہے ، اس لیئے یہ توقع بیجا نہین کہ وہ علوم اسلامیہ کا بھی مرکز ہوگا ، اسلام کی دو ابتدائی صدیان اس توقع کے عین مطابق تھین ، یہی سرزمین ہے جہان اسلام کی پہلی کتاب (قرآن مجید) وحی کے دست ترتیب سے مرتب ہوئی ، یہین احادیث کا پہلا مجموعہ عمرو بن حزم کے ہاتھ سے مرتب ہوا ، یہین مدینۃ النبی صلعم کے احکام و قضایا امام مالک نے فراہم کیے ، یہین فقہ اور اصول فقہ اور احکام القرآن کی پہلی کتابین امام شافعی نے تالیف کین ، یہین حدیث کی پہلی صحیح کتاب امام بخاری نے مدینہ منورہ مین بیٹھکر لکھی ، اس عہد مین حجاز کا گوشہ گوشہ قال اللہ اور قال الرسول کے ترانون سے گونج رہا تھا ،

حجاز نے بنو امیہ کے دمشق الشام کا کامیاب مقابلہ کیا ، اور اس کے سامنے دمشق کا چراغ نہ جل سکا ، مگر عراق کے کوفہ و بصرہ نے آہستہ آہستہ اوسکی مرکزیت کو صدمہ پہنچانا شروع کیا ، اور آخرکار تیسری صدی مین بغداد نے اسکی قوت کو سلب کر کے سیاسی اور علمی دونون حیثیتون سے اس کو عجم کا تحت بنا دیا ، اس وقت سے جو اس کے قوی مضمحل ہو کر سوئے تو اب تک نہ جاگے ،

تاہم اوسکی مذہبی مرکزیت جو خانۂ کعبہ اور مسجد و مدفن نبوی کے باعث دنیائے اسلام مین اس کو حاصل تھی ؛ چونکہ وہ اسلام کے ارکان مین داخل تھی ، اسلئے ملوک و سلاطین اور علماء و فضلاء کے توجہات کو اپنی طرف برابر کھینچتی رہی ، صدیان گذرین ، دنیا بدل گئی ، سلطنتین بنین اور مٹ گئین ، قومین ابھرین اور فنا ہوئین ، تاہم اسلامی سلطنت نے

جو منصۂ وجود پر آئی، اس کی مذہبی خدمت گذاری اپنا فرض سمجھا،

ملوک اور سلاطین اسلام نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی جو خدمتین کین جسطرح وہان سونے چاندی کی نہرین بہائین، زاویے قائم کئے، مدرسے بنوائے، علما اور ائمہ کو جاگیرین دین، اہل خدمت کو وظیفے دیئے، اس بنجر زمین مین اپنے ملک کی پیداوارین بھیجکر جس طرح اس کو سرسبز و شاداب رکھا، وہان کے سنگستان مین جو یادگارین اور مسجدین بنائین، جو مسافرخانے قائم کئے، جو نہرین کھدوائین، جو شفاخانے تعمیر کئے، اور رفاہ عام کے جو کام انجام دیے، ان کی کچھ مٹی مٹی یادگارین کھنڈرون اور ویرانون کی صورت مین اب بھی باقی ہین، لیکن تاریخ کے اوراق مین ان کی زندگی اب بھی علی‌حالہ محفوظ ہے،

انھین یادگارون کے ضمن مین کتبخانے بھی داخل ہین، ہر عہد مین ملوک و سلاطین اور علماء و فضلا نے اس مین سینکڑون کتب خانے قائم کئے مگر یادھر صر کے جھونکے ان کے اوراق کو یکے بادیگرے منتشر و پریشان کرتے رہے اس وقت حجاز کی سرزمین مین جو کچھ یادگارین ہین وہ قسطنطنیہ کی مرحوم ٹرکی کے آثار مشکور ہین، اور خدا جانے اب کس مپرسی کے عالم مین ان کی زندگی کب تک ہے،

ڈر ہے کہین یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر

مدت سے اسے دورِ زمان میٹ رہا ہے

اس وقت تاریخ کا پچھلا صفحہ دہرانا مقصود نہین ہے، یہ دکھانا نہین ہے کہ اس سلسلہ مین کیا ہوا، بلکہ یہ دکھانا ہے کہ اس وقت کیا ہے؟

ہندوستان کے مسافر کو عرب کا پہلا ساحل جدہ ملتا ہے، جدہ کی گذشتہ علمی یادگار کا مجھکو علم نہین، مگر دست اس وقت اس شہر مین علم کے ایک شائق رئیس شیخ **محمد حسین نصیف** کا وجود ہے، جنکا خاندان ایک مدت سے جدہ مین شرفائے مکہ کا وکیل تھا، مگر پچھلے دنون وہ اس امتیاز سے محروم ہو چکا تھا، شیخ نصیف سلفی العقیدہ ہین، اور اسی سبب سے اس عہد حکومت مین ان کو خاص رسوخ اور اعتبار حاصل ہے،

جدہ کے گذشتہ سفر اور موجودہ سفر مین بھی ان کی عنایات کا مین ممنون رہا، موصوف کی ذات جدہ مین ہمارے موضوع بحث کے لحاظ سے تنہا ذات ہے، حجاز کے اس دروازہ مین انھین شیخ نصیف کا پہلا ذاتی اور شخصی کتبخانہ اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، شیخ محمد نصیف کے کتب خانہ کا بڑا حصہ مطبوعہ کتابون پر مشتمل ہے، مگر اسی کے ساتھ قلمی یادگارون سے بھی وہ خالی نہین، مجھکو متعدد دفعہ اس کتب خانہ کے دیکھنے کا موقع ملا ہے، کتب خانہ مین تین چار ہزار کتابین ہونگی جو الماریون مین ترتیب سے رکھی ہین، قلمی نوادر مین اس کتب خانہ کی چند کتابین ذکر کے قابل ہین، جن مین سے علامہ ابن حزم اندلسی کی **محلّی** ہے جو فقہ اسلامی کی انسائیکلوپیڈیا سمجھی جاتی ہے اور ہر عہد مین وہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، یہ کتاب فقہی فرقہ آرائیون اور تعصبات سے بلند ہو کر محض اسلامی فقہ و احکام پر لکھی گئی ہے، نسخہ کے بعض اجزاء ناتمام ہین، اس کتبخانہ کی دوسری نادر کتاب حُمیدی کی الجمع بین الصحیحین کی پہلی جلد ہے، یعنی بخاری اور مسلم مین جو حدیثین مکرر ہین ان کو حذف کرکے صحیحین کی بقیہ روایتین یکجا کر دیگئی ہین، امام حمیدی نے ان حدیثون کو مسند کی طرز پر یعنی راوی اول کے نامون کی ترتیب پر ان کو مرتب کیا ہے، مثلاً سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض کی وہ روایتین ہین جو بخاری اور مسلم مین آئی ہین، اسی طرح عقاید مین حضرت امام احمد بن حنبل کے بعض رسائل ہین،

مکہ معظمہ مین بالفعل دو سرکاری اور تین پرائیوٹ کتب خانے ہین، دونون سرکاری کتب خانے حرم کے دو مختلف پہلوؤن مین ہین، باب السّلام کے قریب اور باب الزیادۃ کی سمت مین جدھر دار القضا ہے، اسی سے لگا ہوا ایک دروازہ ہے جو باب المدرسہ کہلاتا ہے، ایک راستہ اوپر جاتا ہے، آگے زینہ ہے، زینہ کی دونون سمتون مین وہ چھتین ہین، یہ سلطان محمود کی تعمیر ہین، ایک طرف کتب خانہ ہے، اور دوسری طرف مدرسۂ محمودیہ ہے، مدرسہ ٹوٹ کر عمارت شخصی تصرف مین آ گئی ہے، اور اس مین حاجی کرایہ سے ٹھہرتے ہین، ہمارے مخدوم نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی اسی عمارت مین کہ مین امسال فروکش تھے، کتب خانہ قائم ہے، صدر دروازہ مین اوپر ترکی کے چند شعر ہین، جن مین بنا کی تاریخ اور بانی کا نام نامی ہے،

غالبًا سلطان عبدالمجید خان کا نام ہے، حرم کی متفرق کتابین اس مین یکجا کردیگئین، اور کچھ قسطنطنیہ سے سلطان نے بھجوائین، بالفعل اس کتب خانہ مین میرے اندازہ کے مطابق پانچ چھ ہزار کتابین ہونگی، ان مین مطبوعہ اور قلمی کتابین ہین، یہ کتابین مصاحف، تفاسیر، احادیث، فقہ، تصوف، ادب، تاریخ، تجوید وقرات، فلسفہ، منطق، ہیئت، ریاضی غرض ہر علم وفن کی ہین، اور ترتیب سے کھلی الماریون مین چنی ہین،

کتب خانہ کے موجودہ ناظر داغستان کے ایک عالم ہین، جھنون نے مصر مین تعلیم پائی ہے، کتبخانہ کی ایک پرانی فہرست ہے، جو ایک ضخیم جلد مین ہے، اور شکستہ ہورہی ہے، داغستانی صاحب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اس کی ایک نئی فہرست ترتیب دی ہے، اور ہنوز وہ تمام نہین ہوئی، کچھ حصہ زیر ترتیب ہے شاید کہ اب تمام ہوگئی ہو،

قلمی کتابون مین سینکڑون کتابین ایسی ہین جو ابھی تک طبع نہین ہوئی ہین، نادر کتابین بھی اس مین متعدد ہین، جنمین سے ایک فرقہ ماتریدیہ کے امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر تاویلات القرآن ہے، یہ نسخہ نہایت باریک فارسی خط مین، بہت بڑی تقطیع پر ایک ضخیم جلد مین ہے، امام موصوف نے متکلمانہ حیثیت سے قرآن پاک کی تفسیر املا کی تھی، اور ایک شاگرد نے اسکو جمع کرکے تاویلات القرآن نام رکھا ہے.

اس کتب خانہ مین ایک اور دوسری تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآی والسور کی متعدد جلدین ہین، اس کے مصنف امام برہان الدین ابراہیم بقاعی ہین، اس تفسیر کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس مین آیتون اور سورتون کا باہم ربط اور نسق بیان کیا ہے، اسی کے ساتھ ایک اور خصوصیت اس مین ایسی پائی جاتی ہے جو کسی اور قدیم تفسیر مین نظر نہین آئی، یعنی یہ کہ جہان جہان یہود ونصاریٰ کا تعلق ہے عام مفسرین کی طرح اسرائیلیات اور یہودیون کی بیہودہ روایتین نہین درج کی ہین، بلکہ خود توراۃ اور انجیل کی عربی متعلقہ عبارتین نقل کی ہین، امام بقاعی نے یہ تصنیف ۲۴ برس مین تمام کی ہے، ۸۶۱ھ مین شروع کی اور ۸۸۵ھ مین ختم کی،

مکہ کے قیام کے زمانہ مین ایک ہندوستانی مہاجر عالم صاحب جو بالفعل سلطان ابن سعود کے مخالف ہین اور روایتون کے بیان کرنے مین نہایت بے احتیاط ہین، انھون نے مجھ سے فرمایا کہ نجدیون نے مکہ معظمہ کے داخلہ کے وقت اس کتب خانہ سے ساٹھ آدمیون پر یا ساٹھ اونٹون پر لاد کر کتابین نجد بھجوادین، اور فلسفہ و منطق اور امام غزالی کی سب تصنیفات جلاڈالین، مین اس کتب خانہ کو پہلے دیکھ چکا تھا، تاہم ان کے اس کہنے پر مین نے جاکر دوبارہ کتب خانہ کا جائزہ لیا تو اس مین فلسفہ، منطق، ہیئت، ریاضیات، تصوف حتی کہ رمل و جفر کی کتابین بھی موجود پائین، امام غزالی کی تصنیفات بھی موجود تھین، اور ساٹھ آدمیون یا اونٹون پر اگر کتابین منتقل کیجاتین تو کتبخانہ کی الماریان خالی ہوتین، مین نے اسی پر بس نہین کیا ناظر صاحب سے دریافت کیا انھون نے ہنسکر نئی اور پرانی فہرستین سامنے رکھدین، مین نے اپنی تحقیق یہین ختم نہین کی، قاضی ابن بلیہد صاحب جو قاضی القضاۃ ہین، اور جن سے ان چیزون کا تعلق ہے، ان سے جاکر پوچھا کہ یہ افواہ ہے، اس مین کہانتک صداقت ہے، انھون نے نہایت غصہ سے اسکی تردید کی، اور کہا کہ بحمد اللہ ہم اہل نجد کو کتابون کی حاجت نہین، ہمارے ملک مین سب کتابین موجود ہین،

ہندوستان مین ابھی انڈین مسلم حجاز کانفرنس کی ایک تجویز مین یہ کہا گیا ہے کہ نجدیون نے فقہ و تصوف وغیرہ کی کتابین جلاڈالین اور وفد خدام الحرمین کی رپورٹ مین اسی سرکاری کتبخانہ کے ذکر مین بیان کیا گیا ہے کہ ان کو عینی شہادت ملی ہے کہ شہداء کے مقام پر جو مکہ معظمہ سے دو یا تین میل ہے اس کتبخانہ کی فقہ و تصوف اور فلسفہ و منطق وغیرہ کی کتابین جلاڈالی ہین، یہ قطعاً غلط، اور کذب محض ہے اور کتبخانہ مین آج بھی ان کتابون کا وجود وفد مذکور کی سنی ہوئی عینی شہادت کی تکذیب کرنے کو تیار ہے، اور ہندوستان مین بھی سینکڑون اس کے دیکھنے والے موجود ہون گے،

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ، (مائدہ)

کسی قوم کی عداوت تمھارے اس جرم کے ارتکاب کی باعث نہ ہو کر تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو، ہر حال مین انصاف کرو کہ یہ پرہیزگاری

یہ جملہ سترضر تھا، جو اس لیے لکھا گیا تاکہ اسلام کا کوئی آیندہ مخالف مورخ اس واقعہ کو دوسرا کتب خانۂ اسکندریہ نہ بنا لے،

حرم کا دوسرا عمومی کتبخانہ شروانیہ کے نام سے موسوم ہے، یہ کتبخانہ محمد رشدی پاشا شروانی زادہ جو کسی زمانہ مین حجاز کے والی تھے، ان کا وقف کیا ہوا ہے، باب ام ہانی کے پاس سڑک کے رخ ایک چھوٹا سا کمرہ حرم سے ملا کر بنایا گیا ہے، اوسکی کھڑکیان حرم کی سمت مین کھلتی ہین، یہ نہایت چھوٹا کتبخانہ ہے، چند سو کتابین ہونگی، جو زیادہ تر مطبوعہ ہین، کچھ قلمی بھی ہین، عربی کے علاوہ ترکی، فارسی اور اردو کی بھی کچھ کتابین اس مین موجود ہین، فارسی کتابون مین ایک بہاری مہاجر عالم کے قلم سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا ایک نسخہ نظر آیا، عربی کتابون کی فہرست پوری دیکھی، حدیث اور علوم القرآن کے متعلق بعض رسائل کے نام اس مین ملے، بالفعل اس کتب خانہ کو ایک ریڈنگ روم بنا دیا گیا ہے، جس مین اخبارات و رسائل آتے ہین اور لوگ شام کو ان کو پڑھنے جاتے ہین،

مکہ معظمہ کے چار غیر سرکاری کتبخانون مین سے تین ہندوستان کے شرمندۂ احسان ہین، ایک تو مدرسہ صولتیہ کا کتب خانہ ہے، اس کتب خانہ کی صرف فہرست مین نے دیکھی، مطبوعہ اور قلمی کتابون کا خاصہ مجموعہ ہے، زیادہ تر ہندوستان اور مصر کی مطبوعہ کتابین ہین، کچھ یورپ کے مطبوعات ہین، درسی کتابین زیادہ ہین، جو ایک مدرسہ کے مناسب حال ہین، اس فہرست مین کوئی نادر کتاب نظر سے نہین گذری،

دوسرے کتب خانہ کا فیضیہ نام ہے، یہ ایک ہندوستانی عالم کی ذاتی ملکیت ہے، کتب خانہ جا کر نہین دیکھا، موصوف نے کتب خانہ کی فہرست میرے پاس بھجوا دی تھی، جس کو مین نے شروع سے اخیر تک مطالعہ کیا، مطبوعات کا مجموعہ ہے، کچھ قلمی کتابین بھی ہین جنمین مکہ معظمہ کی تاریخین قابل تذکرہ ہین،

العقد الثمین فی تاریخ علماء البلد الامین جو علامہ فاسی المتوفی ۸۳۲ھ کی تصنیف ہے، اور جس مین مکہ معظمہ کے علماء، حکام، قضاۃ اور رجال کے حالات ہین، دوسری کتاب شفاء الغرام فی اخبار البلد الحرام ہے،

اسی مصنف کی ہے، اور جس مین شہر مکہ معظمہ کی تاریخ ہے،

تیسرا کتبخانہ بیت دہلوی کی ملکیت ہے اور جسکو ہمارے دوست اور کرمفرما مولانا عبد الوہاب صاحب نے اپنے شوق سے جمع کیا ہے، یہ علم کے شائق، اور نوادرِ کتب کے عاشق ہین اور خود بھی علم واگاہی رکھتے ہین اور مجھے مسرت ہے کہ میرے اور موصوف کے درمیان پہلے ہی سے تعلقات غائبانہ خط و کتابت سے قائم تھے، اب یہ "شنیدہ" "دیدہ" ہو کر اور بھی زیادہ مستحکم ہو گئے، یہ کتبخانہ ابھی اپنے نوجوان اور فاضل مالک کے زیر سایہ نشو و نما پا رہا ہے، اس کتبخانہ مین متعدد و نادر کتابین ہین، از انجملہ امام حمیدی کی الجمع بین الصحیحین کی جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے، دوسری جلد ہے، میری نگاہ مین شیخ نصیف کے کتبخانہ مین اسکی پہلی جلد اور اس مین دوسری جلد ایک ہی نسخہ کی دو متفرق جلدین ہین، عجب نہین کہ دونون صاحب ایک ایک جلد دوسرے سے نقل کرا کر اپنا اپنا نسخہ مکمل کرا لین، اسی موضوع پر امام شبیلی کی اسی نام الجمع بین الصحیحین کی پہلی جلد ہے، حمیدی نے مسند کے طریق پر جمع کیا ہے، اور شبیلی نے فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے،

امام ابن جوزی نے جامع المسانید کے نام سے تمام مسند حدیثین یکجا کی تھین، حاجی خلیفہ نے اس کا نام جامع المسانید والالقاب لکھا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ بہت بڑی کتاب ہے" اس کتب خانہ مین اس کتاب کی چوتھی جلد ہے،

فن سیرت مین زرقانی کے بعد حافظ سیوطی کے شاگرد شیخ محمد بن یوسف دمشقی صالحی شامی کی تصنیف سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد سب سے مبسوط کتاب ہے، مصنف نے مقدمہ مین لکھا ہے کہ تین سو کتابون سے اس نے یہ کتاب تالیف کی ہے، سات سو کے قریب اس مین باب ہین، شروع مین مصنف نے پوری فہرست دیدی ہے، غالباً یہ ۷ جلدون مین تمام ہوئی ہے، اس کتب خانہ مین یہ کتاب تمام و کمال موجود ہے، حاجی خلیفہ نے اس کے ذکر مین لکھا ہے کہ "متاخرین کی تصنیفات مین یہ کتاب سب سے بہتر اور سب سے مبسوط ہے" مولانا شبلی مرحوم، سیرت کی تصنیف کے زمانہ مین اس کے جویان تھے، اور خیال

آتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اس کے بعض اجزاء حیدرآباد کے کسی کتبخانہ مین ہین ، مین نے یہ کتاب جابجا سے دیکھی، شاگردین اپنے استاد کا پورا پرتو پایا، یعنی شامی بھی اپنے استاد سیوطی کی طرح حاطب اللیل ہین، اور ہر قسم کی روایتین اس مین جمع کردی ہین، سیرۃ شامی کے نام سے یہ کتاب مشہور ہے، حلبی کی سیرۃ جو چھپکر متداول ہوچکی ہے، وہ عیون الاثر ابن سید الناس اور اسی کتاب کی تلخیص ہے،

چوتھا ذاتی کتب خانہ قازان کے عالم ملا مراد کا ہے، مجھے رات کے وقت اس کے سرسری دیکھنے کا موقع ملا،

مدینہ منورہ کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلتین عطا کی ہین، ان مین ایک یہ بھی ہے کہ یہان اب تک نوادرِ کتب کا انبار پڑا ہے، اور یہ سب کے سب ترکون کے علمی فیضِ وجود کی یادگارین ہین، جنگ عظیم کے زمانہ مین ترکون نے عرب مین اپنا جنگی مرکز مدینہ منورہ کو بنایا تھا، شریف حسین نے جب بغاوت کی اور عرب کی حالت متزلزل نظر آئی تو ترکون نے حجرۂ مطہرہ مین جو یادگار رکھے اور شہر کے کتب خانون مین جو نادر کتابین تھین، وہ شام منتقل کردین، اتفاق سے شام بھی ہاتھ سے نکلنے لگا تو حجرۂ مطہرہ کی یادگارین اور ان نادر کتابون مین سے بھی نادر تر کتابین چھانٹکر قسطنطنیہ بھجوادی گئین، باقی کتابین دمشق مین پڑی رہین، سوء اتفاق سے اسی اثنا مین سیلاب آیا، جسکا اثر اس مکان مین بھی پہنچا جسمین یہ کتابین پڑی تھین، چنانچہ مدینہ کے کتبخانون مین سے سیدنا عثمان کے کتبخانہ کو اس سے زیادہ نقصان پہنچا، عرب اور شام کے تسلط کے بعد جب فیصل شام کے بادشاہ تھے اور امیر علی مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے تو کتبخانہ والون نے امیر علی سے کہہ سنکر شام سے کتابین واپس منگائین، اس خرابیِ بصرہ کے بعد جو کتابین بچ گئی ہین، وہی اب مدینہ منورہ کی علمی بزم کی رونق اور زینت ہین،

گذشتہ لڑائی مین امیر علی نے حفاظت کی غرض سے شہر کے کتب خانون کی کل کتابین، عارف حکمت بے شیخ الاسلام کے کتب خانہ مین وہین کے ناظر ابراہیم حمدی بے کی نگرانی مین یکجا کردی

تھین، حمدی بے ایک نہایت بیدار، محتاط اور کام کرنے والے ترکی النسل عالم ہین، انھون نے ہر کتب خانہ کی کتابین گن گن کر علحدہ رکھوائین، اور ہر ایک کی علحدہ فہرست بنائی، اور امن و امان کے بعد ہر ایک سے واپسی کے دستخط لیکر ہر کتب خانہ کے متولی کو کتابین فہرست کے مطابق واپس کردین، اسی محنت اور دلچسپی کو دیکھ کر اس عہدِ حکومت مین ان کو مدینہ کے تمام کتب خانون کا نگران مقرر کردیا گیا ہے، اس کتب شماری اور فہرست سے ہم کو بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مدینہ منورہ کے ان کتب خانون کی کتابون کا بھی حال معلوم ہوگیا جنکو ہم نے جاکر خود نہین دیکھا، حمدی بے کی تحقیق اور شمار کے مطابق اس وقت چھوٹے بڑے ذاتی اور موقوفہ مدینہ مین چودہ کتب خانے ہین، اور ہر ایک کی کتابون کی تعداد حسبِ ذیل ہے،

نام	تعداد کتب	نام	تعداد کتب
۱-کتبخانۂ روضۂ مطہرہ	۱۳۳۲	۸-کتبخانۂ عرفانیہ	۱۲۷۴
کتبخانۂ امین پاشا	۱۱۴۵	۹-کتبخانۂ سیدنا عثمان	۱۴۵۷
۲-کتبخانۂ مدرسۃ الشفا	۱۴۷۲	۱۰-کتبخانۂ شیخ وزیر تونسی (دارالضیا)	تقریباً ۳۰۰۰
۴-کتبخانۂ شیخ محمد معصوم	۳۷۵۰	۱۱-کتب خانۂ شیخ الاسلام عارف حکمت بے	۱۰۰۰
۵-کتبخانۂ حسین آغا، (قریب بقیع)	نامعلوم	۱۲-کتب خانہ ساکزلی،	۸۳۲
۶-کتبخانۂ مدرسہ قرہ باش	۱۵۵۹	۱۳-کتب خانۂ مدرسہ ازبک	۷۳۲
۷-کتبخانۂ محمودیہ (سلطان محمود)	۵۲۱۰	۱۴-کتب خانۂ زردت	۵۱۲

بعض اور مقامات بھی ہین جہان موقوفہ کتابین ہین، لیکن ان کی تعداد ۵۰۰ یا ۵۰۰ سے کم ہے، مثلاً

۱۵-کتبخانۂ کیلی ناظر، تقریباً ۵۰۰

۱۶-کتبخانۂ کہربا (متعلقۂ محکمۂ برقیات یادگار سلطان عبدالمجید) ۱۱۱

۱۷-کتبخانۂ عبدالحمید بخاری ۱۳۲

۱۸۔ کتبخانۂ بہائیہ (بہاؤ الدین قازانی)		۱۲۴

یہ سب موقوفہ کتب خانے ہین، ان کے علاوہ چند شخصی کتب خانے بھی ہین جو لوگون کی ذاتی ملکیت ہین،

۱۔ کتب خانۂ نیاطی (نیاطا مصر کے ایک گاؤن کا نام ہے)		۲۵۰۰
۲۔ کتب خانۂ سادات مدینہ بخاری،	تقریباً	۱۰۰۰
۳۔ کتب خانۂ جمال الدین		۱۰۰۰
۴۔ کتب خانۂ صافیہ،		۱۰۰۰
۵۔ کتب خانۂ حمدیہ (حمدی بلے)		۱۰۰۰
۶۔ کتب خانۂ سید یوسف معصوم		۱۰۰۰

مغار ایلورا،

از

جناب تمکین صاحب کاظمی

قدیم ہندومت جو ویدک دہرم بھی کہلاتا ہے، اور جسے ہم رگ وید کے بھجنون کی مدد سے سمجھ سکتے ہین، محیر العقول اور عظیم الشان فطرتی پرستش سے معمور تھا، ان لوگون کا عقیدہ تھا کہ یہ ایسی قوتین ہین جنپر انسان قابو نہین پاسکتا، البتہ دعاؤن اور تعریفون کے ذریعہ انھین حاصل کیاجاسکتا ہے، یونانیون اور رومیون کی طرح یہان ایسے مندر نہین جنمین مختلف اقسام کے دیوتاہون بلکہ یہان ایک حد تک فطرت پرستی موجود ہے، مگر ایک خالق سے دوسرے خالق کی طرف نگران نظر آتے ہین، آریا جب کسی خاص دیوتا کی پرستش کرتے تو اسے نہایت ہی برتر، قابلِ ستائش اعلیٰ، سزاوارِ پرستش اور لائق دعا و ثنا تصور کرتے تھے، اسی طرح رگ وید کے آخری حصے (اتھروید) مین بھی خدائے واحد کے تصور کی موہوم جھلک موجود ہے،

ویدک طریقۂ پرستش مین دعا اور قربانی اہم ترین چیزین ہین، دیوتا کلمات حمد و دعا سنتا ہے قربانی اور نذر و نیاز قبول کرتا ہے، اور ان کو دشمنون پر غلبہ دیتا ہے، رفتہ رفتہ دعاگوئی ایک فن اور پیشہ بنگیا اور برہمن پنڈت، مہنت، پروہت، پیدا ہوگئے، ان برہمنون نے خوش اعتقادی سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ دنیوی سرداری سے دینی پیشوائی کی طرف قدم بڑھایا اور ذات پات کی قید لگادی،

اسی زمانے مین چھتری خاندان ساکیہ کے ایک راجکمار نے اٹھکر برہمنون کے جبر و تشدد کے خلاف زبردست احتجاج کیا، اس نے پاکبازی اور مساوات، خیرات و مبرات کو مقصدِ زندگی قرار دیا اور ایک نئے مذہب "بدھ مت" کی بنا ڈالی، اس نے سنہ ۴۸۱ق م مین انتقال کیا اور اس کے انتقال کے سو برس

بعد بودھ مت ہندوستان کا شاہی مذہب قرار پایا، بودھ کے دو سو سال بعد تک بودھ مت ترقی کرتا رہا مگر اس کے بعد سے زوال شروع ہوگیا اور آٹھوین صدی کے آخر مین اس مذہب کے نام لیوا صرف نیپال مین باقی رہ گئے، اور اب تک ہین،

گو بدھ مت نے برہمنون پر فتح پائی اور چند ہی صدیون کے بعد ہار مان لی مگر اس نے چند نشانات ایسے چھوڑے ہین جو قیامت تک اسکی فتح کی یاد دلاتے رہین گے، انھین کو دیکھکر براہمنون نے بھی مٹھ وغیرہ قائم کئے اور اب تک چند عظیم الشان مٹھ باقی ہین، بعض بعض جگہ تو براہمنون نے بودھی غارون کے پہلو بہ پہلو مناد بنا دیئے ہین، آخر مین بدھ کے پیرو دو شاخون مین منقسم ہوگئے تھے، ایک "نہایانا" (چھوٹی گاڑی والے) اور دوسرے "مہایانا" (بڑی گاڑی والے) "نہایانا" کے اصول و عقائد قدیم اور سادہ تھے، مگر "مہایانا" کے بانی ناگار جونا نے جو بودیت کا چودھوان گرو تھا اور بودھ کی وفات کے پانچسو سال بعد عروج حاصل کیا، قدیم پاکیزہ طریقہ پرستش کو چھوڑ کر اوہام پرستی مین مبتلا ہوگیا اور فرضی عورتون کو مذہب مین جگہ دی، یہ بات ان غارون کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتی ہے جو پانچوین صدی کے بعد کے ہین گو نامکمل ہین مگر ان سے مندرون کی تاریخ کا پتہ لگتا ہے،

ملک کے آثار قدیمہ کے اہم جزو وہ چٹانون کو تراش کر بنائی ہوئی خانقاہین اور مناد رہین جو تمام ہندوستان مین جابجا موجود ہین، یہ اپنے بانیون یا استعمال کرنے والون کے لحاظ سے تین صنفون (۱) بودھی، (۲) برہمنی (۳) جینی مین تقسیم ہوسکتی ہین، پہلے غار بودھیون سے متعلق ہین جو تیسری صدی قبل مسیح سے ساتوین صدی عیسوی تک تقریباً ایکہزار سال مین تیار ہوئے ہین، ان کی بھی دو قسمین ہین، پہلے نہایانا فرقے کے جنھین اولیت کا شرف حاصل ہے اور جو ۲۵۰ ق م سے ۵۰ ق م تک کے ہین، دوسرے مہایانا، یہ بعد کے ہین اور ۵۰۰ء سے ۷۰۰ء تک کے ہین، نہایانا بھدی وضع کے گرانڈیل ہین، اور جنھین صرف "داگوبا" کی پرستش کیجاتی ہے، نقش و نگار بالکل سادہ ہین، اسلیے مہایانی مندر

کم تعداد مین ہین، ان مین پجاریون کے لیے تہ خانے نہین ہین کیونکہ ان مناد رکے تراشنے کے زمانہ مین پجاریون نے تاریک تہ خانون کی رہائش ترک کردی تھی اور کشادہ و پر فضا خانقاہون مین رہنے لگے تھے یہ دہارے آرام دہ اور سامانِ راحت سے پر تھے، داگوبا جو قدیم مناد رکے لیے ضروری ہے کسی دہارے مین نہین ہے بلکہ اسکی جگہ بودھ کی مورتین قائم ہین، چتائی غارون مین بھی داگوبا کے سامنے بودھ کی مورت موجود ہے، مہایانی مندرون کے امتیازی نشان بودھی پیشواؤن اور عورتون کی تصاویر ہین، قدیم تراش کے بجائے ایوان اور دالان بنانے کے علاوہ منقش ستون بھی کثیر التعداد ہین، یہ یادگارین بھی چھ قسم کی ہین،

(۱) استوپے، یہ پشتے بودھ کے تبرکات پر بنائے جاتے تھے، ایک عرصہ کے بعد جب تبرکات کی پرستش اور زیارت کی جانے لگی تو ایک گول گنبد مربع چوٹی کی بنائی جانے لگی جسکا نام داگوبا رکھا گیا،

(۲) آرائشی منڈیر، یہ منڈیر ستون، درختون، پشتون، گنبدون کے اطراف مین نصب ہوتی تھی، اور اس زمانہ کے فنِ تعمیرات کی لازمہ تصور کیجاتی تھی،

(۳) مینار، یہ مینار مندر کے سامنے بنائی جاتی تھی اور اس پر مذہبی نشانات قائم کئے جاتے تھے، یہ مینار بودھی، جینی، برہمنی، وغیرہ مناد رمین بھی موجود ہین،

(۴) چتائے، یہ قربان گاہ ہے اور استوپے، داگوبا کی طرح متبرک، مگر یہ غار پوجاپاٹ اور پجاریون کے قیام کا کام دیتے تھے،

(۵) دہارے، یہ تہ خانے مسلسل ہوتے تھے جنکے سامنے برآمدہ بھی ہوتا تھا، یہ صرف بدھی مرتاضون اور عابدون کے لیے بنائے گئے تھے،

(۶) پندہی، یہ پانی کے چشمے یا حوض ہین جو ہر دہارے مین ہوا کرتے ہین،

اگر ترتیب تاریخی مد نظر رکھی جائے تو ان کے بعد ان مندرون کا نمبر ہے جو ہردو شیوا و دشنو برہمنون کے ہین، ان کی تعمیر کا اندازہ چوتھی صدی عیسوی کے بعد سے آٹھوین صدی عیسوی تک ہے،

یہ اٹھارہ ہین مگر بہت بڑے بڑے ہین، ان کے بعد جینی مندرون کا شمار ہوگا جو تعداد مین بھی کم ہین، ان کا زمانہ تعمیر بھی مختلف ہو بعض پانچوین اور چھٹی صدی عیسوی کے درمیان کے ہین اور بعض بارھوین صدی عیسوی کے، یہ چار فیصدی تصور کیے جاتے ہین اور ڈاکٹر سید علی بلگرامی نے انھین اس طرح تقسیم کیا ہے،

(۱) بودھی غار، ۲۰،۰ - (۲) برہمنی غار، ۱۶۰، (۳) جینی غار، ۳۵ - اور اگر ان مین شرقی غار بھی ملائے جائین تو یہ پہاڑی مندر ایک ہزار کے قریب شمار ہو سکتے ہین،

ایلورہ کے چٹانی مناد رہندوستان کے تمام مندرون سے عظیم الشان اور بہترین ہین انھین بودھی برہمنی جینی تینو قسم کے منادر ہین، ایلورہ، (ویرول) ایک چھوٹا سا حصار دار موضع تعلقہ اورنگ آباد کا ہی جو خط عرض بلد شمالی ۲۰ ۲ اور خط طول بلد شرقی ۵، اکے تقاطع پر اورنگ آباد سے ۱۵ میل جانب شمال غرب واقع ہے، جی آئی پی ریلوے اسٹیشن تند گاؤن ۴۴ میل ہے سڑک پختہ ہے مگر سواری کا معقول انتظام نہین البتہ اورنگ آباد سے موٹر مل سکتی ہے، اور ادھر سے جانے مین سہولت بھی ہے، غارون کے اوپر بھی ایک عظیم الشان فرحت انگیز پہاڑ پر سرکار عالی کا نہایت ہی پر تکلف فرودگاہ (ریسٹ ہاؤس) بنا ہوا ہے اور اس کے پاس ڈاک بنگلہ بھی ہے جسکا انتظام نہایت ہی عمدہ اور آرام دہ ہے، فرودگاہ مین شاہی مہمان اور وہ سیاح ٹھہرتے ہین جو یورپ سے آتے ہین، ان کی رہائش کا شاہانہ انتظام کیا جاتا ہی اور سربراہی کیلئے ایک خاص عملہ مقرر ہے، فرگسن کی لکھی ہوئی ایک گائڈ سیاحون کے معلومات کے لیے بنگلہ مین رکھی رہتی ہے، یہ جگہ نہایت ہی دلکش اور پر فضا ہے، اطراف مین دس دس بارہ بارہ میل تک کا منظر پیش نظر رہتا ہے، سامنے ہی ایک عمدہ مندر سرخ پتھر کا ہے جو رانی اہلیا بائی نے سنہ ۹۵-۱۷۶۵ء مین تعمیر کرایا تھا، یہ مندر زمانۂ حال کی ہند و طرز تعمیر کا بہترین نمونہ خیال کیا جاتا ہے، ایلورا کی شہرت ان کوہی مندر اور غارون کی وجہ سے ہے جو ایک پہاڑ کے دامن مین سوا میل تک چلے گئے ہین اور تین علحدہ علحدہ سلسلون بودھ، برہمن، جینین سے متعلق ہین، یہ ایک مرتفع میدان کے نیچے پہاڑ کے دامن مین کھودے گئے ہین،

اور پہاڑ کے دونون گوشے منتہائے غرب کی جانب بطور شاخ منتہی ہوتے ہین، سب سے قدیم بودھ غار جنوبی گوشہ مین اس مقام پر واقع ہوئے ہین جہان سے چٹانی شاخ مغرب کو مڑتی ہی، دوسرے گوشے پر شمالی شاخ مین جینی مندر ہین، برہمنی سلسلہ ان دونون کے بیچ مین ہے، کیلاش کو مرکز قرار دین تو ۱۲ غار جنوب مین ہین جنمین سے ۱۲ بودھ ہین اور تقریباً اسی قدر شمال مین ہین جو برہمنی یا جینی ہین، یہ مندر دھایا نافرقے کی یادگار ہین جنکا سن تعمیر سنہ ۳۵۰ء اور سنہ ۵۵۰ء کے درمیان ہے،

ان کی حفاظت کا کافی انتظام ہے سررشتۂ آثار قدیمہ سرکار عالی کی طرف سے خاص نگرانی ہے اکثر غار جو مٹی وغیرہ سے اٹ گئے تھے صاف کر دیئے گئے ہین بعضون کو دروازے لگا کر محفوظ کر دیا گیا ہے، ستون وغیرہ جو ٹوٹ گئے تھے درست کرا دیئے گئے ہین، بہرحال پوری حفاظتی تدبیرین اختیار کی گئی ہین جنھین دیکھکر ایک ماہر فن مسرور ہوتا ہے،

غارون کا معائنہ جنوب کی طرف سے شروع کیا جاتا ہی کیونکہ تعمیری لحاظ سے بھی یہی مقدم ہے اور سررشتۂ آثار قدیمہ نے اسی طرف سے نمبر ڈالنا شروع کیا ہے،

غار نمبر (۱)

یہ غار جنوبی گوشہ کے سلسلہ مین پھیلا ہے، یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہی اور غالباً سب سے پہلے تیار کیگئی ہے، اس مین راہبون کے رہنے کے لیے تہ خانے بھی بنائے گئے ہین، شاید یہ ابتدا مین ملحقہ غار مین شامل تھا مگر اب الگ ہی، یہ دو ہارہ (۴۰۰) فٹ لنبا ہی جسمین ایک برآمدہ چار کھم کا ہے جو ۵، فٹ طویل ہی اور ۹ فٹ عریض، اس مین آٹھ ستون اور عقبی دیوار مین تین دروازے ہین اور تین کھڑکیان، وسطی دروازہ پر کام کیا گیا ہے، چوکھٹ پر چند مجسمے ہین، کھڑکیون پر بھی نقش و نگار ہے، آٹھ حجرے ہین جنکے چوکھٹون پر مجسمے ہین، مغرب کی طرف ایک جانب کنول کے پھول پر "بودھ" بیٹھا ہوا ہے، دو طرف دو آدمی مورچھل لیے کھڑے ہین، کنول کو سانپ کے پانچ پھن اپنے سر پر لیے ہوئے ہین، اور برآمدہ مین سات برہمن ایک ہی قطار مین بیٹھے ہین، باہر کی چار

کمائین جدید ہین، جو سررشتۂ آثار قدیمہ نے ترمیم کرائی ہین، اسمین سادگی زیادہ ہے، اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شکل کوہ کنی کا ابتدائی نمونہ ہے،

غار نمبر ۲

یہ غار بڑا ہے، اس مین داخل ہونے کے لیے سیڑھیان بنی ہوئی ہین، جو ہم کو ایک وسیع برآمدے مین پہنچاتی ہین، یہ برآمدہ ۲۰ فٹ × ۱۲ × ۱۰ فٹ ہے، اور اندر کا حصّہ ۲۱ × ۹ فٹ ہے، اطراف کا حصہ چار فٹ چوڑا ہے، یہ عبادت کا کمرہ ہے، اسکی چھت ستونون پر قایم ہے، جن کے پیل پائے ایلیفنٹا کے ستونون کے نمونے کے ہین، در کار مندر کی بلندی ۱۴ فٹ ہے، یہ بودھ کی مورت ایک تخت پلنگ پر بیٹھی ہے، پاؤن نیچے لٹکے ہوئے ہین، بائین ہاتھ کی کن انگلی کو دہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے پکڑے ہوئے ہین، یہ وہ مخصوص آسن ہے جو اپدیش کے لیے عموماً مستعمل تھا، اور ان غارون مین اکثر جگہ موجود ہے، اس کے دونون طرف دو قد آور دروار بال کنول کے پھول پر کھڑے ہین، جنکے ساتھ دو دیا دھرا ور پانچ پھن کے ناگ بھی ہین، بائین طرف پدمنی کی مورت ہے جسکی پیشانی پر بودھ اور ہاتھ مین کنول کی چھڑی ہے، دوسری مورت اندر کی ہے، یہ لوگ بودھ کے مریدانِ خاص ہین، ان غارون کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرید اپنے اپنے مریدون کے ساتھ دیوتاؤن کے مرتبے پر فائز ہوتے ہین، مگر بدھ سے نہین بڑھتے، کنول کی ڈنڈی والی شکل ترقی کرتے کرتے اس دیوتا کے نام سے مشہور ہوتی ہے جو بودھ علم لادہام مین پدما پانی یا پدمنی کے نام سے مشہور ہے، جہان کہین دیکھیے یہی پھول اس کے ہاتھ مین نظر آئیگا، مورچھل یا چوری والے خدمت گار بھی غائب ہوجاتے ہین اور ان کے ہاتھ مین سمرن آجاتی ہے، جنمین سے ایک وجرا پانی یا موکلِ برق بنجاتا ہے،

بودھ کی ایک اور مورت داہنا ہاتھ نیچے لٹکائے اور بائین ہاتھ سے عبا کا دامن اُٹھائے کھڑی ہے، سر کے بال کترے ہوئے گھونگروالے ہین اور ایک ہالہ جو اس کا نشان امتیازی ہے سر کو حلقہ کئے ہوئے ہے، یہ بودھ کے بھیک مانگنے کا خاص انداز ہے، عبادت گاہ کے کونون مین بودھ کے پجاریون کی چھوٹی

چھوٹی مورتین ہین جو ہاتھ جوڑے اسکی پرستش کر رہی ہین، دروازے پر دو قوی الجثہ دربان کھڑے ہین، سیدھی طرف والے دربان کے بائین ہاتھ مین کنول کا پھول ہے اور دہنے ہاتھ مین مالا ہے، اس کے دونون بازؤن مین دو عورتین کھڑی ہین، بائین طرف والا دربان زیور پہنے ہوئے ہے اور بالون مین واگو بالگا ہوا ہے، دو ملازم گند ھرب ہمراہ ہین، تھوڑی دور آگے چھوٹی چھوٹی مورتین ہین جنکے بال گھونگر والے ہین، اور ہاتون مین ہار ہین، اس عبادتگاہ کے دونون بازؤن پر ایک ایک تہ خانہ ہے، دہنے بازو کے تہ خانہ مین بودھ کی مورت ہے جو ایک کنول کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے، اسے بھی ناگ اُٹھائے ہوئے ہین، دروازہ پر پہرہ دار کنول کا پھول لئے کھڑے ہین، ان کے سامنے ایک عورت بائین ہاتھ مین کنول لیے اور سیدھا ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے کھڑی ہے، اس ہاتھ کی مٹھی کھلی ہوئی ہے، اس کے پیچھے دو عورتین ہاتھون مین کنول کے پھول لیے کھڑی ہوئی ہین، بقول مسٹر برجس یہ بتانا مشکل ہے کہ بڑی مورت کس کی ہے، ممکن ہے کہ بودھ کی ماں یا بیوی یسدھرا ہو یا پدما پانی ہو، البتہ شیو اور بھوانی اچھی طرح پہچانے جاتے ہین، ایک کتبہ ۱۲۳۴-۱۲۵۱ء کا ہے، جو نشست پر لگا ہوا ہے، پہاڑی کے اس حصّہ مین چند اور غار بھی ہین جو بالکل مسمار ہو گئے ہین اور ان مین کسی قسم کی نقاشی وغیرہ بھی نہین ہے، غار کی غلام گردشون مین جو بغلی جانب ہین بودھ کی بڑی مورتین کھڑی ہوئی ہین، عبادتگاہ کی مورت کی تاریخ کے بارے مین مسٹر برجس کا خیال ہے کہ اس کا کوئی زمانہ معین کرنا دشوار ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکی تعمیر تیسری یا چوتھی صدی مین ہوئی ہے اور چھٹی یا ساتوین صدی کے آخر مین ختم ہوئی ہے،

غار نمبر ۳

دوسرے اور تیسرے غار کے بیچ مین پانی کا ایک حوض ہے جیسا کہ تمام دہارون کے ساتھ ہوا کرتا ہے، یہ غار دہارا کی قسم کا ۳۰ فٹ ۶ × ۸ فٹ ۹ برآمدہ والا ہے، برآمدہ مین صرف چار کھم اور اندر حجرے ہین، پچھلے حصّے مین دو دریچے ہین، ہال ۴۱ - ۶ × ۴۰ فٹ - ۶ ہے، اس مین بارہ ستون ہین جو تمام منقش اور رنگین ہین، حجرے ۱۸ - ۴ × ۸ - ۴ فٹ کے ہین، داہنے حجرے سادے اور بائین کام کئے ہوئے ہین، چارون

کونون مین چار حجرے ہین، اندرونی حصے بہت ہی آراستہ ہین اور اندر جانے کے لیے سیڑھیان بھی نہایت ہی عمدہ ترشی ہوئی ہین، اندر دو حسین عورتین درختون کے سامنے مین کھڑی ہوئی ہین، اندر کی طرف بھی دونو جانب دو مورتین ہین جنکے سر پر سانپ کا پھن سایہ فگن ہے، عبادت گاہ مین بودھ مع خدم وحشم کے موجود ہے اور ذرا اوپر گندھرب استادہ ہے، جس تخت پر وہ بیٹھا ہے اسکی پشت پر سار دولا اور مکار نامی ہاتھیون کی شکلین ہین، جانب راست وہ شکلین ہین جو بودھ کا حلقۂ عبادت کہلاتی ہے، ان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک قطار عورتون اور ایک مردون کی پوجا کے لئے کھڑی ہوئی ہے عورتین ہاتھون مین ہار لئے کھڑی ہے،

یہ غار برآمدے سے دیوار تک ۲۰ فٹ لمبا ۲۰ فٹ چوڑا ہے ہال سادے ہین صرف ستون منقش ہین، ایک طرف یہ مرقع رزم ہے اور ایک طرف بدھ کوچ پر سو رہا ہے یہ غار سب سے عمدہ ہے،

غار نمبر ۴

یہ غار چیتا کی قسم کا ہے اور اس کا اکثر حصہ مسمار ہو گیا ہے، عرض وطول ۳۸ × ۲۲-۶ فٹ ہے چھت ۱۷ ستونون پر قائم ہے، مندر کا حجرہ ۲۳ × ۱۲-۶ فٹ ہے سامنے کا حصہ گرا ہوا ہے، اس مین ایک بغلی دروازے سے داخل ہونے کے بعد جسکا رخ جنوب کی طرف ہے ایک چھوٹے حجرے مین پہنچتے ہین جسے ایک بڑے پتھر نے بند کر دیا ہے جو گرتا ہوا بودھ کا ایک ہاتھ اور پاؤن بھی شہید کر چکا ہے، عبادت گاہ مین بودھ کی ایک مورت بیٹھی ہے جو اپدیش کر رہی ہے سر کے گرد ہالہ ہے اور عقب مین مقدس درخت بو سایہ فگن ہے، مرید تخت کے پہلو کے بجائے عقب مین کھڑے ہین، اندر شمالی گوشے مین پدمارانی کی مورت ہے جسکی بیٹھک کا وہی انداز ہے جو بودھ کا ہوا کرتا ہے، بائین شانے پر مرگ چھالا لٹکا ہوا ہے دہنے ہاتھ مین سمرن ہے، اور بائین مین کنول کا پھول سر کے بالون پر سامنے بودھ کی مورت ہے،

غار نمبر ۵

یہ ایک کشادہ اور وسیع دہارہ ہے، دونون پہلوؤن پر ایک ایک خلوت گاہ ہے چھت کے ستون

۲۴ مین جو چوپہلو تراشے گئے ہین، مسٹر فرگوسن کا خیال ہے کہ یہ ایک معمولی دہارے کے مقابلہ مین زیادہ تر تین بازؤن کا مسقف چتایہ ہے، اس مین متعدد تہ خانے راہبون کے رہنے کے لیے ہین درمیانی حصے مین پتھر کی دو بیست اور طویل کوچین بچھی ہوئی ہین، اس کے متعلق مسٹر فرگوسن کا بیان ہے کہ یہ کھانے کے کمرے کی میزین، یا مکتب کی بنچین ہین جو طلبہ کے لیے ڈیسک کا کام دیتی ہین، یا دونو اغراض کیلیے مستعمل ہون،

عبادتگاہ مین بودھ کی مورت اپنے رفیقون کے ساتھ بیٹھی اپدیش دے رہی ہے، دروازے پر دربان کھڑے ہین، جنکو دروازے کے طرف محراب دار دریچون مین جگہ دیگئی ہے، اور دونون کے ساتھ خدمتگار بھی ہین، اس کے بیشتر حصے کی ترمیم سررشتۂ آثار قدیمہ سرکار عالی کی طرف سے ہوئی ہے،

غار نمبر ۶

یہ غار ایک زینے کے ذریعہ سے پانچوین غار سے ملا ہوا ہے، مشرقی گوشے مین چند تہ خانے ہین، اور غربی پہلو بالکل منہدمہ ہے، پچھلے حجرے مین چند مورتین ہین جنمین سے ایک عورت کے پاس مور کھڑا ہوا ہے اور نیچے ایک پروہت بیٹھا ہوا منتر پڑھ رہا ہے، عورت سرسوتی (علم کی دیوی) ہے، عبادتگاہ مین ایک بڑا بودھ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے،

غار نمبر ۷

یہ ایک ناتمام دہارا ہے جسمین ۸ تہ خانے چار ستون پر ہین اور کسی قسم کی مورت نہین ہے،

غار نمبر ۸

اس مین داخل ہونے کے لیے نمبر ۷ سے راستہ ہے، اس کے ستون منقش ہین، بودھ اپدیش دیتا ہوا بیٹھا ہے، مصاحب بھی موجود ہین، پدماپانی بھی ایک کنول پر ایستادہ ہے جس کے چار ہاتھ ہین، دو پجاری ڈنڈوت کر کے پاؤن چوم رہے ہین جن کے پیچھے ایک عورت اور مصاحب کھڑے ہوئے ہین، سر دن برگندھرب سایہ فگن ہے،

غار نمبر ۹

نمبر ۸ سے نمبر ۷ مین واپس جاکر اس غار مین آنا پڑتا ہے جو راستہ چھٹے غار مین سے ہوتا ہوا یہان نکلتا ہے، بہت ہی معمولی اور سادہ غار ہے، ایک پیش دالان ستونون پر قائم ہے، عبادت گاہ مین بودھ کی مورت بیٹھی ہوئی ہے جس کے ساتھ چند مصاحبین اور گندھربون کی مورتین بھی ہین،

غار نمبر ۱۰

یہ چتائیہ غار ہے، مسٹر برگس کہتے ہین کہ "یہ غار نہ تو وسعت مین کارلی کے بڑے غار کی طرح شاندار ہے اور نہ پر تکلف ہی ہے مگر ایک عظیم الشان چیز ہے" اس مین داخل ہوتے ہی ایک کھلا ہوا صحن ایک احاطے سے محصور ملتا ہے، ستونون پر کثیر التعداد تصاویر کندہ ہین، اندرونی حصہ مین ایک عبادتگاہ ہے اور کئی ایک بغلی راستے جنکو ۲۸ ہشت پہلو ستون نے وسطی حصے سے الگ کر دیا ہے، اندرونی حصہ واگوبے سے گھرا ہوا ہے، جو قطر مین ۱۵ فٹ اور عمق مین ۲۰ فٹ ہے، اس سے ایک ڈیوڑھی ملحق ہے جو اجنٹا کے غارون کی ڈیوڑھیون سے بڑی ہے، اسکی چوٹی پر بودھ کی ایک عظیم الشان مورت ہے جو گیارہ فٹ اونچی ہے، مصاحبین ہمراہ ہین اور درخت بودھ سایہ فگن ہے، اس غار کی چھت محراب دار ہے، مصنوعی کڑیان بھی بنی ہوئی ہین، مسٹر فرگسن کہتے ہین کہ اس غار مین سب سے بڑی خصوصیت ردکا ہے، یہان نعل نما طاقچے نہین ہین، سامنے احاطہ ہے جسمین دو تہ خانے اور دو عبادت خانے ہین، شمالی احاطہ مین زینہ لگا ہوا ہے جس پر گیلری مین جا سکتے ہین اس کا نام "ستار کی جھونپڑی" مشہور ہے، اور ستار یعنی بڑھئی ہی اسکی زیارت کو بہت آتے ہین، اور بودھ کو وشواکرما تصور کرکے پرستش کرتے ہین بودھ کی مورت رنگین ہے، سبز، زرد، اور نیلے رنگ کی جھلک اب تک موجود ہے، ایک ستون پر سنہ ۱۳۲۸ شاکا کا کتبہ ہے، (یہ سنہ ۱۴۰۶ء کے مطابق ہے،)

غار نمبر ۱۱

چونکہ یہ غار دو منزلہ ہے اس لیے یہان کے لوگ اسے "دوتال" کہتے ہین، بعض اسے "دکھیا گھر"

یعنی دکھ درد کی جگہ کہتے ہین، دکھیا گھر نام کی وجہ تسمیہ یہ بنی جاتی ہے کہ میر عمارت وشواکرما نے تین تال ختم کرنے کے بعد یہان پر ایک عظیم الشان غار کھودنے کا ارادہ کیا مگر ابتدائے تعمیر ہی مین اسکی انگلیون مین زخم لگا اور اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا، چونکہ اسے دکھ پہنچا تھا اسلیے دکھیا گھر نام رکھا گیا، یہ غار غالباً ۶۰۰ء مین مکمل ہوا ہے،

نچلے حصے مین دو تہ خانے ہین جنمین بودھ اصحاب کے ساتھ براجمان ہے، دوسری منزل مین ایک برآمدہ ہے، جسکے پچھلے حصے مین ۵ دروازے ہین دوسرے دروازے سے عبادت گاہ کو راستہ جاتا ہے، جس کے اندر بودھ کی عظیم الشان مورت اس طرح پالتھی مارے بیٹھی ہے کہ تلوے نمایان ہین، بودھ کے تخت کے نیچے ایک عورت کی مورت ہے جو ہاتھ مین کٹورا لیے ہے، تخت کے داہنے بائین باز و وجرا پانی اور پدما پانی کی مورت ہے وجرا پانی کے ہاتھ مین بجلی کا کوڑا ہے دونون کے سر پر اڑتی ہے جو بہترین نقش ونگار سے مزین ہے، اور اسی طرح تخت بھی، اور چند تصویرین بودھ کی ہین جنکے سر پر درخت بودھ ہے، برآمدے کے در دروازون سے ملحق بھی چھوٹے چھوٹے مندر ہین جنمین بودھ اور اس کے اصحاب کی تصاویر ہین، اسکی بعض مورتین رنگین ہین گو رنگ اڑ گیا ہے مگر علامات اور بعض بعض جگہ لکیرین ابھی باقی ہین، بعض مورتون کی صورتین قصداً خراب کر دی گئی ہین، معلوم ہوتا ہے کہ بے درد دیکھنے والون نے دست درازی کی ہے،

غار نمبر ۱۲

یہ غار تین تال (سہ منزلہ) ہے، اور اسی نام سے مشہور بھی ہے، اس مین داخل ہوتے ہی ایک وسیع اور کشادہ صحن ملتا ہے غربی پہلو مین ایک وسیع حوض ہے صحن مین سے ایک زینہ اوپر کی منزل مین پہنچاتا ہے جسکے سامنے والے ستونون کی قطار مین دو مربع ستون ایسے نظر آتے ہین جو نقاشی کے عمدہ ترین اور مکمل نمونے ہین، ان کے علاوہ اور آٹھ آٹھ ستون ہین، بائین جانب ایک حصہ مین بودھ بیٹھا ہوا ہے اور آٹھ مورتین دوسری بھی ہین، پدما پانی اور وجرا پانی داہنے بائین طرف کھڑے ہین، ان کے اوپر نیچے چھ مورتین ہاتھون مین مختلف چیزین لیے کھڑی ہین، بودھ کی مورت بیٹھی ہوئی ہے جو ۱۱ فٹ اونچی ہے،

اطراف اور چھوٹی چھوٹی مورتین بدھ کی ہین جنکے بازؤن پر پدما پانی اور وجرا پانی وغیرہ ہاتھون مین پھول، پھل لیے ہوئے ہین، جنوب مین ایک زینہ دوسری منزل کو جانے کے لیے ہے جسمین داخل ہوتے ہی ایک عبادت خانہ ملتا ہے، جسمین ایک تخت کے اوپر بودھ بیٹھا ہوا ہے، دروازون پر چھوٹی بڑی، مردانی، زنانی، چار دن ہاتھون والی تصاویر ہین پہلے درجے مین ایک دیوان ہے جسمین تین کمرے ہین یہ دیوان ۸ ستون پر استادہ ہے، عبادت گاہ مین ایک بودھ کی مورت ہے جو بالکل نچلے حصے کی مورت کی سی ہے، جس کے پہلو مین پدما پانی اور وجرا پانی بھی ہین اور دیوارون پر متفرق مورتین زنانی مردانی ہین، جنکے ہاتھون مین پھول، کلیان، جھنڈیان وغیرہ ہین، انکی نسبت مسٹر برگس کا خیال ہے کہ یہ بانی غار کی بیوی وغیرہ ہین، اوپر کے حصے مین ۴۸ ستون ہین اور کئی جگہ بودھ مع رفقا تخت پر بیٹھا ہوا ہے، جن کے قدمون کے پاس ہرن کھڑے ہوئے ہین، مسٹر برگس کا خیال ہے کہ "یہ منظر بنارس کے مرگ بن کا ہے جو بودھ کو بہت پسند تھا اور جہان وہ اپدیش اور دہرم پرچار مین مصروف رہا کرتا تھا"

اسی کے پہلو مین بودھ کی ایک تنہا تصویر ہے جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے، اور اس کے پہلو مین بودھ کی ایک چھوٹی سی مورت مراقبہ مین ہے اس کے اوپر بودھ کی ایک تصویر ہے جو بقول ڈاکٹر سید علی آسمان پر دیوتاؤن کو اپنے اصول سمجھانے کے لیے جا رہا ہے، اسی کے ساتھ ایک اور تصویر بودھ کی ہے جو ڈاکٹر سید علی کے خیال مین دنیا سے کنارہ کش ہو کر سکونِ کامل کی طرف بڑھ رہا ہے،

غار نمبر ۱۳

تین تال سے تھوڑی دور آگے بڑھنے کے بعد برہمنی غارون کا سلسلہ ملتا ہے جسکا یہ پہلا غار ہے یہ ایک شکستہ کمرہ ہے جو ڈاکٹر سید علی کے خیال مین مسافرون کی قیام گاہ تھا،

غار نمبر ۱۴

اس کا نام راون کی گھائی ہے اس مین سولہ ستون ہین اور ایک ہال ایک کٹہرہ، سب منبت ہین،

جنوبی دیوار پر بہت ساری تصاویر کندہ ہین، اس کے متعلق مسٹر برگس لکھتے ہین کہ درگا بھینسے کی شکل کے دیو کو ہلاک کر رہی ہے اور شیوجی اور پاروتی ایک بلند شہ نشین پر بیٹھے چوسر کھیل رہے ہین شیو دنیا کی بربادی تاونہا کا ناچ، ناچ رہا ہو، راون لنکا کا راجہ، بھیرو، (شیو کی قاتلہ) گنپتی وغیرہ ہین جنکے قریب ہی ہڈیون کے تین ڈھانچے ہین، کالی کے چار ہاتھ ہین اور اسکی چھاتیون سے بچھو چمٹے ہوئے ہین، کالی، گنپت، سات دیویان بھوانی، لکشمی (وشنو کی بیوی) رادھا، وشنو کے خوک پیکر اوتار لکشمی وغیرہ کی تصاویر دیوارون پر ہین، بائین طرف ایک حجرہ کھلا ہوا ہے جس کے اندر ایک بڑا تہ خانہ دور تک چلا گیا ہے جس مین ایک آدمی جھک کر جا سکتا ہے، سامنے تین ستون ترمیم شدہ ہین،

غار نمبر ۱۵

اس کا نام "دساوتار" ہے اس مین پہنچنے کے لیے ایک ایسی چٹان پرسے گذرنا پڑتا ہے، جس کے اوپر بجائے سیڑھیون کے پاؤن کے نشانات کھدے ہوئے ہین، صحن مین متعدد مندر اور ایک حوض بنے ہین روبرو دیوار پر ایک سنسکرت کتبہ ہے جو مٹ گیا ہے، یہ غار دو منزلہ ہے پہلے درجے مین شیو، وشنو، پاروتی، بھوانی، اور گنپتی کی مورتین ہین دوسرے درجہ مین شیو کی بہت ساری تصاویر ہین جنمین سب سے دلچسپ تصویر وہ ہے جو دروازہ کے قریب ہے اس کا حال مسٹر برگس کے الفاظ مین بہت بھلا معلوم ہوتا ہے،

دیو ہیکل مہا دیو آگے جھپٹ رہا ہے، ہاتھ مین ہاتھی کی ایک کھال ہے جسے اوپر اٹھائے ہوئے ہے، گلے مین کھوپریون کا مالا ہے، جو پنڈلیون تک لٹک رہا ہے، کمر سے کالا ناگ لپٹا ہے، منہ کھلا ہوا ہے اندر سے بڑے بڑے تیز دانت دکھائی دیتے ہین، ترسول مار کر ایک سنگار کو گرایا ہے اور دوسرے کو بائین ہاتھ سے دبوچ رہا ہے، ایک ہاتھ مین ڈمرو ہے جو خون پی کر خوشی سے بجاتا ہے، کالی، دبلی، لمبی، ترنگی خوفناک صورت بنائے تیوری چڑھائے بصد شوق و ذوق سنگار کا خون پینے کے لیے جھک رہا ہے؛

دوسرے عبادت خانون مین شیو اور پاروتی کی تصاویر ہین، ایک تصویر مین ان کی شادی کا

منقّرد دکھلایا ہے، برہما جی ادائی رسوم مین مصروف ہین، برآمدے مین گنپتی کی ایک بڑی مورت اور لکشمن، شیو، برہما وغیرہ کی مورتین ہین، جنوب رخ دیوار پر بھی بہت سی مورتین ہین،

اس مین بخلاف اور غار دن کے مورتون پر استرکاری کیگئی تھی جواب جھڑ گئی ہے،

اوپر کے حصے مین بیچون بیچ مین ایک بڑا بیل پتھر کا ترشا ہوا رکھا ہے جو علیحدہ ہے، کسی نے اس کی گردن اُڑادی ہے جس سے وہ بدنما ہوگیا ہے،

(باقی)

اَلْمُعَلِّمُ

مدیر:—مولوی سجاد مرزا صاحب ایم اے، (کینٹب)

شریک مدیر:—مولوی محمد عظمت اللہ خان صاحب بی، اے

اساتذہ کی معلومات کا ہندوستان بھر مین تنہا رسالہ ہر مہینہ بلگرامی ہوس سانچہ توپ حیدرآباد دکن سے شایع ہوتا ہے، مضامین تجربہ کار ماہرین فن کے قلم سے ہوتے ہین، قلمرو نظام حیدرآباد احاطہ بمبئی، برما، پنجاب، صوبجات متحدہ اور صوبہ جات متوسط مین اس کی خریداری ہورہی ہے، نمونہ کا پرچہ مفت ارسال نہین کیا جاتا، جو اصحاب نمونہ کا پرچہ طلب کرنا چاہین وہ چھ آنے کے ٹکٹ پیشگی بھیجین اور اپنا پتہ صاف صاف تحریر فرمادین،

سالانہ چندہ صرف تین روپیہ آٹھ آنے ہے،

امرائے اسلام کے حالاتِ حج،

ازطالب العلم مقیم مکۂ معظمہ،

(۱)

حج؛ اسلام کا ایک ضروری اور اہم رکن ہے اور صاحبِ استطاعت اشخاص پر فرض ہوا ہے، سلاطین و والیانِ ملک سے زیادہ کون صاحب استطاعت ہوسکتا ہے؟ اس لئے چاہئے تو یہ تھا کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے کوئی مسلمان والیِ ملک محروم نہ رہتا مگر افسوس کہ بیشمار امرائے اسلام مین سے چندہی خوش نصیبون کو حجِ بیتُ اللہ کا شرف حاصل ہوا ہے، باقی اپنی مصروفیت ملکی یا غفلت و تساہل کیوجہ سے اس سے محروم ہی رہے ہین،

اس مضمون مین اُنھی خوش نصیب سلاطین و رؤسائے اسلام کے حالات حج بڑی جستجو سے فراہم کئے گئے ہین، علّامہ مقریزی (المتوفی ۸۴۵ھ[1]) نے ایک رسالہ (الذہب المسبوک فی ذکر من حج من الملوک) لکھا تھا جس مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر اپنے زمانہ تک کے چھبیس پادشاہون کے حج کے حالات جمع کئے تھے[2]، افسوس کہ یہ رسالہ مجھکو دستیاب نہ ہوسکا ورنہ یہ مضمون اور زیادہ مکمل ہوجاتا، تاہم فی الحال جوکچھ میسر ہوسکا وہ ہدیۂ ناظرین ہے،

حج نبوی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات اس سے بالاتر ہے کہ آپ کا ذکر مبارک ملوک و سلاطین کیساتھ کیا جائے مگر صرف تبرکاً و احتساباً آپکے حجۃ الوداع کے مختصر حالات کا درج کرنا مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے،

[1] کشف الظنون، [2] یہ رسالہ کیمبرج کے کتبخانہ مین موجود ہے حسب روایت جرجی زیدان مؤلف تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے قبل جو حج کئے ہین ان کے حالات بلکہ صحیح تعداد بھی غیر معلوم ہے، البتہ ہجرت کے بعد بالاتفاق آپنے ایک ہی حج کیا ہے جسکو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے کیونکہ آپنے اس مین امت سے کلماتِ وداع فرمائے تھے، یہ سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے، ماہ ذیقعدہ مین آپکے ارادۂ حج کا اعلان ہوا، شرف ہمرکابی کے لئے تمام عرب اُمنڈ آیا، ۲۶، ذیقعدہ کو آپنے غسل فرما کر چادر اور تہ بند باندھا اور ظہر کی نماز پڑھکر مدینہ سے روانہ ہوئے، تمام ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھین، ذوالحلیفہ مین منزل کی، اور شب بھر اقامت فرمائی، دوسرے دن پھر غسل فرمایا اور جسم مبارک مین عطر ملا، نماز ظہر پڑھکر قران کا احرام باندھا اور بآواز بلند لبیک کہی اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ بآواز بلند لبیک پکارین، صحابہ مین سے بعض نے قِران کا اور بعض نے افراد کا اور بعض نے تمتع کا احرام باندھا، اسکے بعد آپ قصوا نامی سانڈنی پر سوار ہوئے جب وہ کھڑی ہوئی تو آپنے پھر بآواز بلند لبیک کہی، راستہ مین بھی اکثر خصوصاً جب کسی ٹیلہ یا نشیب سے گذر ہوتا تھا یا کوئی قافلہ ملتا تھا تلبیہ فرماتے جاتے تھے، اس مقدس کاروان کیساتھ ہر جگہ سے فوج در فوج حاجی شریک ہوتے جاتے تھے، حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ جہان تک نظر کام کرتی تھی آدمیون کا جنگل نظر آتا تھا، ۴، ذی الحجہ کو مکہ پہنچے، رات کو چاہ ذی طوی کے پاس رہے صبحکو یہین سے غسل فرما کر براہ حجون شہر مین داخل ہوئے اور حرم شریف، تشریف لیگئے اور طواف القدوم کیا، طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد حجر اسود کا بوسہ لیا اور صفا کی طرف روانہ ہوگئے، سعی سے فارغ ہو کر آپنے حکم دیا کہ جو لوگ اپنے ساتھ ہدی کے جانور لائے ہون وہ تو بدستور حالتِ احرام ہی مین رہین باقی لوگ احرام کھول ڈالین اور پھر ۸، ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ لین، آنحضرتؐ مقام ابطح مین اترے تھے، آٹھوین تک وہین رہے آٹھوین کو تمام صحابہ کو لیکر منی تشریف لے گئے، ظہر وعصر ومغرب وعشا وصبح کی نمازین وہین پڑھین ۹ کو سورج نکلنے کے بعد منی سے عرفات روانہ ہوئے، وہان پہنچکر وادیٔ عرنہ مین کمل کے خیمہ مین

قیام فرمایا، زوال کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر اس جگہ تشریف لے گئے، جہان اب مسجد نمرہ بنی ہوئی ہے اور ناقہ کے اوپر ہی سے ایک بلیغ اور پر اثر خطبہ دیا، جسمین وعظ ونصیحت اور احکام شرعیہ کا بیان تھا، آخر خطبہ مین آپ نے تمام مجمع سے (جسکی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی) مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگو! تم سے قیامت مین میری بابت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دوگے؟ صحابہ نے عرض کی ہم گواہی دینگے کہ آپ نے سب احکام پہنچا دیئے اور اپنا فرض ادا کر دیا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا،" آپ نے آسمان کی طرف انگلی اوٹھائی اور تین بار فرمایا، اللّٰھم اشھد (اے خدا گواہ رہنا) پھر آپ نے فرمایا کہ جو لوگ موجود ہین وہ غیر حاضر لوگون کو تبلیغ کر دین، نبی کریمؐ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو یہ آیت اتری :-

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا
(سورۂ المائدہ)

آج مینے تمہارے لیے تمہارے دین کو کمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتِ ہدایت پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام پسند فرمایا،

خطبہ کے بعد ظہر کی نمازین (جمع وقصر کرکے) پڑھائین پھر ناقہ پر سوار ہو کر جبلِ رحمت کے پاس گئے اور (صخرات) کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مین یہان کھڑا ہو گیا ہون مگر سارا میدانِ عرفات موقف ہے، پھر قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور غروبِ آفتاب تک دعا، وذکرِ الٰہی مین مصروف رہے، اس اثنا مین بہت سے لوگ مسائلِ حج پوچھنے آتے تھے، اور آپ تعلیم فرماتے تھے، جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپنے مزدلفہ کی طرف روانگی کا حکم دیا، اور فرمایا کہ آہستہ آہستہ چلو، سواریون کو دوڑانا کچھ ثواب کی بات نہین ہے، راستہ مین آپنے ایک جگہ اتر کر طہارت کی اور آبِ زمزم سے (جو ساتھ تھا) وضو کیا اور پھر سوار ہو گئے، مزدلفہ پہنچکر پھر وضو کیا اور مغرب وعشا کی نمازین (بالجمع والقصر) پڑھائین، اور وہین شب بسر کی،

نمازِ صبح کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر قبلہ رو دعا و ذکرِ الٰہی مین مشغول رہے، جب خوب اجالا ہو گیا تو وہان سے منیٰ کو روانہ ہوئے، راستہ مین سے آپ نے سات کنکریان چنوالین، اور منیٰ مین پہنچکر جمرۃ العقبہ کی رمی کی، پھر اپنی قیامگاہ پر تشریف لائے، اور سواری ہی کی حالت مین ایک بلیغ و موثر خطبہ دیا، خطبہ کے اختتام پر آپ نے تمام مسلمانون کو الوداع کہا، پھر قربان گاہ تشریف لے گئے اور سو اونٹون کی قربانی کی، پھر سر منڈوایا اور موئے مبارک صحابہؓ کو عنایت فرمائے، اس کے بعد مکہ گئے اور طوافِ الافاضہ کیا اور زمزم نوش جان کیا، پھر منیٰ کو واپس ہوئے اور ۱۳ ذی الحجہ تک وہین رہے اور ہر روز رمیِ جمرات کرتے رہے، ۱۱ یا ۱۲ کو ایک خطبہ بھی دیا تھا، ۱۳ کو زوال کے بعد مکہ روانہ ہوئے اور محصب مین قیام فرمایا،[1]

خلفائے راشدین | حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو پہلے سال (یعنی ۱۱ھ مین) حج کو نہ جا سکے بلکہ اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کو امیر الحج مقرر کر کے بھیجدیا تھا، دوسرے برس (۱۲ھ مین) خود تشریف لائے اور عمرہ و حج سے بہرہ اندوز ہوئے، ان کے بعد جب حضرت عمرؓ امیر المومنین ہوئے تو پہلے سال تو اپنی طرف سے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو امیر الحج کر دیا تھا، مگر اس کے بعد ہر سال خود ہی امیر الحج بنکر حج کو آتے رہے، ۱۷ھ مین رمضان مین عمرہ کے لیے بھی تشریف لائے تھے جس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مکہ مین بہت زور کا سیلاب آیا تھا اور مقامِ ابراہیم کو بہا کر پایانِ شہر "مسفلہ" مین لے گیا تھا، اہلِ شہر نے وہان سے اٹھا کر کعبہ سے باندھ دیا اور حضرت عمرؓ کو اطلاع دی وہ گھبرا گئے، اور فوراً رمضان مین عمرہ کا احرام باندھکر مکہ آئے اور جگہ کی تحقیق کر کے مقامِ ابراہیم کو موجودہ مقام پر رکھدیا، اور شہر کے بالائی جانب (معلیٰ کی طرف) ایک ردم بنوا دی، جس سے آیندہ سیلابون کے بہنے کا رخ بدل گیا، ان کے سفرِ حج کی سادگی کی یہ حالت تھی کہ ایک سال سارے

[1] آخر شب مین حرم تشریف لے گئے اور طواف الوداع کیا، پھر ۱۴ کو مدینہ کو مراجعت فرما ہوئے اور (غالباً ۲۲ ذی الحجہ کو) بوقت اشراق مدینہ منورہ مین موکبِ نبوی داخل ہوا، (سیرۃ النبی وغیرہ)

خرچ سفر کی مقدار کل دس درہم ہوئی تھی، حج کے بعد یہ عام حکم دیدیتے تھے کہ سب حاجی اپنے اپنے شہر کو چلے جائین، مکہ مین کوئی آفاقی نہ رہے،

حضرت عمرؓ کے انتقال (۲۳ھ) کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے، اور اپنے بارہ برس کے عہدِ خلافت مین دس حج کئے، یعنی پہلے سال اور آخری سال کے علاوہ ہر برس خود ہی امارتِ حج کے فرائض ادا کرتے رہے،

۳۶ھ مین حضرت علیؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور پانچ سال تک رہے مگر جہادِ خوارج وغیرہ کی وجہ سے حج کو نہ آ سکے، اپنی طرف سے ۳۶ھ و ۳۷ھ مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو اور ۳۸ھ مین ان کے بھائی قثم بن عباس کو اور ۳۹ھ مین شیبہ بن عثمانؓ کو امیر الحج مقرر کر دیا تھا، ۴۰ھ مین تو حضرت مرتضیٰؓ شہید ہی ہو گئے،[1]

معاویہؓ | خلفائے راشدین کے بعد حضرت معاویہؓ خلیفہ ہوئے، انھون نے اپنی حکومت کے زمانہ مین دو حج کیے، پہلا ۴۴ھ مین اور دوسرا ۵۰ھ مین، ۴۴ھ مین جب آئے تھے تو دار الندوہ (جو جاہلیت مین قریش کا دار الحکومت تھا) ابو رہین العبدری سے ایک لاکھ درہم مین خرید کر وقف کر گئے تھے، جو امرائے مکہ کی سکونت اور خلفا کے قیام (بزمانۂ حج) کے کام آتا رہا،

حضرت معاویہؓ نے صحابہؓ و اہلِ حرمین کو گرانقدر عطیہ جات مرحمت کئے، اور حرم شریف کی روشنی کا انتظام کیا اور خطبہ کے لیے ایک منبر بنوا کر حرم مین رکھوایا، اس سے قبل یہان منبر کا دستور نہ تھا، مکہ مین پانی کی بہت قلت تھی، حضرت معاویہؓ نے نہرین بنوائین جس سے وہ تکلیف رفع ہو گئی، مکہ مین نہرون کا یہ سب سے پہلا انتظام تھا، اس سے قبل صرف کنوون پر گذارہ تھا، یہ نہرین بہت عرصہ تک رہین پھر مندرس

[1] یہ بات تو سبکو معلوم ہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمانہ باسعادت نبوی ہی مین دو حج کر چکے تھے (یعنی ۹ھ کا حج جسکو اول حج فی الاسلام کا فخر حاصل ہے اور ۱۰ھ کا حج جسکو حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونیکا شرف و فخر ہے) اور اسکے بعد بھی کئی حج کئے تھے (ازرقی وغیرہ)

ہوگئین، علامۂ ازرقی (المتوفی ۲۲۵ھ) کے زمانہ تک ان کے آثار باقی تھے، پہلے حج مین؛ والیٔ مکہ نے دوہزار دُنبے حضرت معاویہؓ کی خدمت مین (بطور ضیافت) پیش کئے تھے، (ابن فہد وازرقی)

عبدالملک بن مروان ۷۵ھ مین عبدالملک بن مروان خلیفۂ اموی نے حج کیا، حدِّ حرم کے اعلام (علامت حرم کے منارے) مندرس ہوچلے تھے، اونکی تجدید کی، اس وقت حجاز کا گورنر مشہور ظالم حجاج بن یوسف تھا، اسے یہان سے معزول کرکے عراق کا حاکم بنا دیا، (ابن فہد وازرقی)

ولید بن عبدالملک ۹۵ھ مین ولید بن عبدالملک خلیفۂ اموی نے حج کیا، اس کے حج کا کوئی قابل ذکر واقعہ منقول نہین ہے،

سلیمان بن عبدالملک ۹۷ھ مین سلیمان بن عبدالملک خلیفۂ اموی نے حج کیا، بیحد سامان ہمراہ تھا، سات سو اونٹ توصرف خلیفہ کے پہننے کے کپڑون سے لدے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز بھی ساتھ تھے، حاجیون کی کثرت دیکھکر، سلیمان نے ان سے کہا کہ دیکھتے ہو کس قدر خلقت ہے جسکی تعداد خدا ہی جانتا ہی، انھون نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین آج یہ سب آپ کی رعیت ہین، اور فردائے قیامت کو آپ کے دشمن ہونگے، یہ سنکر سلیمان خوب رویا اور کہا: اللہ المستعان،

سلیمان بن عبدالملک بہت پرخور شخص تھا، مدینہ شریف پہنچکر اہل شہر کی دعوت کی؛ چوراسی دنبے پکوائے تھے، مدعوین کے آنے سے پہلے ان چوراسی دنبونکی سریان اور گردے نوشجان کرلیے تھے، پھر لوگون کے ساتھ بھی خوب کھانا کھایا، طائف مین بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا، ابن ابی زہیر ثقفی نے خلیفہ کی دعوت کی اس مین سلیمان نے جو خوراک کھائی وہ یہ تھی:-

ایک دنبہ، چھ مرغیان، بیس چپاتیان، (رقاق) ایک سو ستر انار ؟

ہشام بن عبدالملک ۱۰۶ھ مین ہشام بن عبدالملک خلیفۂ اموی نے حج کیا، علامۂ ابوالزناد سے مناسک حج لکھوا لیے تھے، ہشام ایک بار کعبہ کے اندر گیا، وہان حضرت عمرؓ کے پوتے سالمؒ بھی

موجود تھے ہشام نے ان سے کہا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمایئے، حضرت سالم نے فرمایا کہ اللہ کے گھر مین اللہ کے سوا اور کسی سے مانگنا شرم کی بات ہو، جب دونون کعبہ سے نکل آئے تو پھر ہشام نے ان سے دریافت کیا اور کہا کہ اب تو باہر آگئے ہو جو درکار ہو طلب کرو، سالمؒ نے فرمایا کہ مین تم سے کیا طلب کرون؟ آخرت کی چیز یا دنیا کی؟ ہشام نے کہا دنیا کی، سالمؒ نے جواب دیا کہ دنیا تو مین نے اس کے مالک حقیقی سے بھی کبھی طلب نہین کی، پھر بھلا تم سے (جو اس کے مالک بھی نہین ہو) کیون طلب کرون؟-

استطراد، یہی ہشام اپنی حکومت کے زمانہ سے پہلے شہزادگی کے عالم مین بھی ایک بار حج کو آیا تھا جب طواف کیا تو بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکا، طواف کے بعد ایک منبر پر بیٹھکر تماشا دیکھنے لگا، شامی افسرانِ فوج وغیرہ بھی پاس کھڑے ہوئے تھے، اتنے مین سیدانام حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے (حضرت علی زین العابدینؒ) تشریف لائے اور طواف شروع کیا، جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو سب مجمع خود بخود پرے ہٹ گیا اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، شامیون کو بہت تعجب ہوا کہ ہمارے شہزادہ کو تو کسی نے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا اور انکی اس قدر تعظیم ہوئی! آخر یہ کون ہین؟ ایک شامی نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہین جنکا لوگ اس قدر ادب کرتے ہین، ہشام نے کہا مین نہین جانتا یہ کون ہین، (غالبًا اس خیال سے یہ کہا ہوگا کہ یہ شامی بھی کہین ان کے گرویدہ نہ ہوجائین) مشہور شاعر فرزدق بھی اس وقت ہشام کے قریب کھڑا تھا وہ بول اٹھا کہ مین ان کو خوب جانتا ہون، شامیون نے کہا یہ کون ہین آخر ہم کو بھی تو بتاؤ، اس پر فرزدق نے فی البدیہہ (امام موصوف کی تعریف مین) ایک قصیدہ کہکر سنایا جس کے چند شعر یہ ہین،

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته … والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہین جنکی منزلت سرزمین مکہ خوب جانتی ہے، … اور کعبہ اور سارا حل و حرم ان سے واقف ہے،

ھذا ابن خیر عباد اللہ کلھم	ھذا التقی النقی الطاھر العلم
یہ خیر الخلائق کی اولاد ہیں،	یہ متقی، پاک، صاف، مشہور شخص ہیں،
من معشر حبھم دین، وبغضھم	کفر وقربھم منجی ومعتصم
یہ ان میں سے ہیں جنکی محبت جزو ایمان ہے	اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے اور انکا تقرب نجات دینے والا ہے

ہشام یہ تعریف سنکر بہت برہم ہوا اور فرزدق کو مکہ سے نکلوا کر مقام (عسفان) مین قید کر دیا، امام زین العابدین کو جب یہ خبر ہوئی تو انھون نے بطور انعام بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھجوائے اور یہ فرمایا کہ اس وقت میرے پاس یہی موجود ہین ورنہ اور زیادہ کر دیتا، فرزدق نے پہلے تو یہ کہکر یہ رقم واپس کر دی کہ "یا ابن رسول اللہ! مینے کسی لالچ سے آپ کی تعریف نہین کی تھی بلکہ محض خدا ورسول کی خوشنودی اور حق کی حمایت مدنظر تھی" مگر جب امام نے اصرار کیا اور فرمایا کہ "خدائے تعالیٰ تمہین جزائے خیر دے، ہم اہل بیت ہین کسی کو دیکر پھر واپس لینا ہمارا شیوہ نہین ہے" تو فرزدق کو وہ انعام قبول کرنا پڑا، اس کے بعد فرزدق نے قید خانہ ہی مین ہشام کی پُرزور ہجو لکھی، (تاریخِ مکہ لابن فہد)

ولید بن یزید سنہ ۱۱۶ھ مین ولید بن یزید بن عبد الملک اموی، حج کو آیا، مگر کمبخت سے سامانِ عیش وعشرت اس سفر مبارک مین بھی نہ چھٹ سکا، شراب، چنگ ورباب وغیرہ آلاتِ لہو ولعب ساتھ تھے، کتے بھی لایا تھا، اُسے ایک نیا خبط بھی سوجھا تھا، وہ یہ کہ لکڑی اور لوہے کا ایک سائبان اس غرض سے بنوا کر لایا تھا کہ کعبہ مین اسے لگا کر مطاف مین سایہ کر کے اس کے نیچے طواف کرے گا، اور عام لوگ اس کے باہر طواف کیا کرین گے، یہ سائبان جب مدینہ پہنچا اور وہان مسجد مین نصب کیا گیا (دکھانے کے لیے یا اور کسی وجہ سے) تو اس سے اہلِ مدینہ مین بہت سخت برہمی پیدا ہوئی اور انھون نے قاضیِ مدینہ (سعید بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف) کی سرگردہی مین

جمع ہو کر اس سائبان کو نذرِ آتش کر دیا، اور اس مین جو لوہا تھا وہ لوٹ لیا،

ابو جعفر منصور عباسی سنہ ۱۴۰ھ مین ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے حج کیا، حیرہ سے احرام باندھا تھا، حرمین شریفین مین بیشمار خیرات کی، سادات واشراف کو گرانقدر عطیات دیے، ہر شریف کو ایک ایک ہزار فلوری دینار دیے تھے، قریش کی عورتون کو سونے چاندی کے ظروف اور قیمتی پوشاکین مرحمت کین، مدینہ مین تو کوئی متنفس ایسا نہ بچا تھا کہ جسے کچھ ملا نہ ہو، اہلِ مدینہ کو اس قدر انعامات اب تک کسی نے نہین دیے تھے، حج سے فارغ ہو کر بیت المقدس گیا اور وہان سے اپنے دار السلطنت (عراق) کو پہنچ گیا،

سنہ ۱۴۵ھ مین پھر دوبارہ حج کو آیا، اس دفعہ کا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے، منصور کی عادت تھی کہ آخرِ شب کو دار الندوہ (اپنے گھر) سے نکلکر حرم مین نماز پڑھتا تھا اور طواف کیا کرتا تھا جب صبح قریب ہوتی تو گھر مین چلا جاتا اور اذان کے بعد پھر حرم مین آکر نماز پڑھایا کرتا، ایک رات کو طواف کر رہا تھا دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کے پاس ملتزم مین کھڑا ہوا یہ دعا مانگ رہا ہے۔

اللھم انی اشکو الیک ظھور البغی	الٰہی! مین تجھ سے فریاد کرتا ہون فتنہ وفساد
والفساد فی الارض وما یحول بین الحق	عالم کی اور ظلم وطمع کی جس سے حقدارون کی
واھلہ من الظلم والطمع،	حق تلفی ہو رہی ہے،

طواف سے فارغ ہو کر ابو جعفر مسجد کے ایک گوشہ مین جا بیٹھا اور اس شخص کو بلوایا، جب وہ آیا تو دونون مین حسب ذیل گفتگو ہوئی،

خلیفہ - یہ تم کیا دعا مانگ رہے تھے، فتنہ وفساد، ظلم وطمع کون کرتا ہے؟

شخص، اگر آپ جان بخشی کا وعدہ کرین تو مین بتاؤن ورنہ مجھکو اپنے ہی گناہون کی فکر کیا کم ہے؟

خلیفہ، تم بالکل نہ ڈرو، جو بات سچ ہو وہ کہو،

شخص، جناب وہ آپ ہی ہین، آپ ہی نے ظلم و فساد برپا کر رکھا ہے، اور آپ ہی کی حرص و طمع نے سب کو تباہ کر رکھا ہے، کسی حقدار کو اوسکا حق نہین پہنچتا،

خلیفہ، کیا کہتے ہو؟ بھلا مجھکو کس چیز کی حرص و طمع ہو گی؟ سارا خزانہ میرے قبضہ مین ہے، ہر طرح کے آرام کا سامان میرے پاس موجود ہے، پھر ظلم و طمع کا کیا کام؟

شخص۔ اے امیر المومنین! آپ سے زیادہ ظالم کون ہوگا، خدا تعالی نے آپ کو مسلمانون کی حفاظت و خدمت کے لیے مقرر کیا ہے مگر آپ رات دن اپنے عیش و آرام مین مصروف ہین، اور مسلمانون سے چھین چھین کر مال جمع کر رہے ہین، دروازہ پر پہرہ دار مقرر ہین جو کسی حاجتمند کو آپ تلک پہنچنے نہین دیتے، کسی مظلوم کی آپ تک رسائی نہین ہوتی، اور آپ خود غریبون اور بے کسون کی خبر گیری نہین کرتے حالانکہ بیت المال مین ان سب کا حصہ ہے، آپ کے وزرار اور مصاحبین نے جب یہ حال دیکھا کہ آپ کو اپنے آقائے حقیقی کی تعمیل حکم کا خیال نہین ہے، تو انھون نے بھی آپ کی خیانت کی اور ہر طرح سے رعیت کو ستانا شروع کیا، رشوت و ظلم کا بازار ہر جگہ گرم ہے، اول تو کوئی مظلوم آپ تک پہنچ ہی نہین سکتا اور بالفرض پہنچے بھی تو آپ کے مصاحبین آپ کو اوسکی طرف سے پہلے ہی سے ایسا بدظن کر چکے ہوتے ہین کہ دادرسی کے بجائے اس کو سخت سزا ملتی ہے، جس سے آیندہ کسی کو شکوہ شکایت کی جرات ہی نہین ہوتی، افسوس کہ آپ کے زمانہ مین مسلمانون کی یہ حالت ہو گئی ہے ورنہ پہلے بنو امیہ کے زمانہ مین یہ حالت نہ تھی، دور دراز سے لوگ آتے تھے اور خلفار انکی فریادرسی اور حاجت براری فوراً کیا کرتے تھے،، اے امیر المومنین! مین چین کا سفر کیا کرتا تھا ایک بار جو گیا تو یہ سنا کہ وہان کا بادشاہ بہرا ہو گیا ہے اور اس نے اس خیال سے کہ بہرہ پن کی وجہ سے مظلومون کی آہ و زاری سے مین بیخبر نہ رہون یہ حکم دیا ہے کہ جو شخص مظلوم ہو وہ سرخ لباس پہنا کرے اور کوئی شخص سرخ لباس نہ پہنے، بادشاہ صبح و شام ہاتھی پر سوار ہو کر نکلتا تھا اور جسکو سرخ پوشاک پہنے دیکھتا اوسکو

بلا کر حال دریافت کرتا اور اسکی دادرسی کیا کرتا تھا، اے امیر المومنین! ایک مشرک کو تو عدل کا اتنا خیال ہو اور آپ امیر المومنین اور سلالۂ خاندانِ نبوت ہو کر مسلمانون پر ظلم ہونے دین اور بیت المال کا خزانہ رفاہِ عام مین خرچ کرنے کے بجائے اپنے لیے جمع کرتے رہین؟ آخرت مین آپ کیا جواب دین گے؟ یہ دولت و ثروت وہان آپکے کس کام آئے گی؟۔

خلیفہ المنصور یہ سنکر بہت رویا اور کہا کہ آخر کیا کرون؟ اچھے آدمی کہان سے لاؤن؟

شخص۔ علمار و صلحائے امت سے کام لیجئے،

خلیفہ، وہ تو سب مجھ سے گریزان رہتے ہین،

شخص، وہ آپ سے اسلیے گریزان رہتے ہین کہ مبادا کہین آپ ان کو بھی شریک ظلم نہ بنا لین اگر آپ یہ باتین چھوڑ دین اور شریعت کے بموجب عمل فرمائین اور عدل و انصاف سے کام لین تو مین اس بات کا ذمہ لیتا ہون کہ علمار و صلحائے امت آپ کے شریک کار اور مدد و معاون ہو جائینگے

خلیفہ نے یہ سنکر دعا کی کہ خداوندا مجھکو اسکی نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما،

اتنے مین نماز کا وقت آگیا اور سب نماز مین مشغول ہو گئے نماز کے بعد دیکھا تو وہ شخص غائب ہو گیا تھا، خلیفہ نے اپنے قواص (چوبدار) کو حکم دیا کہ اوسکو تلاش کر کے لاؤ ورنہ تمہاری خیر نہین ہے، تلاش کرنے سے وہ شخص طواف کرتا ہوا ملا، چوبدار نے خلیفہ کا حکم سنایا، اس نے آنے سے انکار کیا، اور چوبدار سے کہا کہ تم ڈرو نہین تمہارا وہ کچھ نہ کر سکے گا، لو یہ دعا کا پرچہ اپنی جیب مین رکھ لو، چوبدار ڈرتا ہوا خلیفہ کے پاس آیا، خلیفہ نے مسکرا کر کہا کہ کیا تجھکو جادو آتا ہے، اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا، خلیفہ نے وہ پرچہ لیکر اُسکی نقل کرالی اور اس چوبدار کو دس ہزار درہم عطا کئے اور کہا کہ وہ شخص حضرت خضر معلوم ہوتے ہین، (ابن فہد و مرآۃ الحرمین)

۱۵۸ھ مین منصور نے تیسرا حج کیا جو آخری تھا، چونکہ طبیعت پہلے ہی سے کچھ ناساز تھی اسلیے

اپنے بیٹے محمد المہدی کو جانشین بناکر اور وصیت کر کے روانہ ہوا تھا، جب آخری منزل (بیر میمون) پر پہنچے تو مرض کو شدت ہوگئی اور ۷ ذی الحجہ کو صبح کے وقت خلیفہ کا انتقال ہوگیا رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ کا غلام خاص "ربیع" تھا اس نے اس واقعہ کی عام خبر نہ ہونے دی، جب سب وزراء وافسران فوج حسب عادت روزانہ منصور سے ملنے آئے تو ان کو اس واقعہ کی خبر کی اور ان سب سے المہدی کے لیے بیعت خلافت کرالی، اس کے بعد دو آدمیوں کو بھیجکر حرم شریف میں کعبہ کے سامنے عام بیعت لیگئی، منصور کا جنازہ مکہ لایا گیا اور معلی میں دفن کیا گیا مگر دشمنوں کی ایذا رسانی کے خوف سے ایک ہی شکل کی سو قبرین بنائی گئین اور کسی کو یہ نہ معلوم ہوا کہ منصور کو کس قبر مین دفن کیا گیا ہے،

خلیفہ کی موت کی خبر بغداد بھیجی گئی اور خلیفہ کے ہمراہ جو تبرکات نبویہ (عصائے مبارک، بردہ شریفہ، خاتم) تھے وہ بھی بغداد بھیجدیے گئے، بغداد مین یہ خبر ۱۵ ذی الحجہ کو پہنچی اور وہان بھی المہدی سے سب نے بیعت کرلی، خلیفہ منصور کی وفات کا واقعہ اس طرح بھی مروی ہے کہ بیر میمون سے روانہ ہونے کے بعد جب حطیم کے قریب پہنچے تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور منصور سر کے بل گر کر راہی عالم بقا ہوگئے واللہ اعلم بالصواب،

منصور کی اس اچانک موت کا سبب امام سفیان ثوری کی بد دعا ہوئی ہے، کیونکہ انھون نے ایک بار مجمع عام مین منیٰ مین منصور کو بہت کچھ نصیحت و ملامت کی تھی اور اس کو ظلم و طمع و بخل کے انجام کار عذاب سے ڈرایا تھا اور ویسے بھی ہمیشہ اسکی برائیان بیان کرتے رہتے تھے، منصور کو اس حقگوئی کی وجہ سے ان سے عداوت ہوگئی تھی اور ان کے قتل کا حکم صادر کر چکا تھا اور بیر میمون سے چند آدمی بھی اسلیے بھیج دیئے تھے کہ حضرت سفیان ثوری کو پکڑ کر سولی پر لٹکا دین، سولی بھی مکہ مین نصب کرادی تھی، سفیان ثوریؒ حرم شریف مین لیٹے ہوئے تھے اور ان کا سر حضرت فضیلؒ بن عیاض کی گود مین تھا، اور پیر امام سفیان بن عیینہؒ کے زانو پر رکھے ہوئے تھے، لوگون نے آکر عرض کی کہ خلیفہ شہر کے قریب آگیا ہے

اور آپ کے لیے سولی کا حکم ہوگیا ہے، اٹھیے اور کہین چھپ جائیے اور دشمنون کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے، امام سفیان ثوریؒ اٹھے اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر کچھ دعا مانگی اور پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد یہ خبر آئی کہ منصور کا انتقال ہوگیا، (اتحاف الوری و اعلام و مرآۃ) سچ ہے،

ترس از آہِ مظلومان کہ ہنگامِ دعا کردن ——— اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

المہدی العباسی ۱۶۰ھ مین سوم خلیفہ عباسی (ابو عبد اللہ المہدی) نے حج کیا، حرمین مین بیشمار خیرات کی اور انعامات عطا کئے جسکی مجموعی تعداد پانچ لاکھ دینار سرخ، تین کروڑ درہم نقرہ، ایک لاکھ پچاس ہزار پارچہ پوشاک تھی، بغداد سے برف کا ذخیرہ بھی ہمراہ لایا تھا جو مکہ تک باقی رہا،

اسی سال مہدی نے حرم شریف مکہ کی توسیع کرائی، حرم کے ارد گرد جو گھر تھے ان کے مالکون کو خاطر خواہ قیمت ادا کر کے لے لیے اور انھین گرا کر شامل مسجد کر دیا، اور ان مین جو مکان وقف تھے، ان کے بدلے حرم سے دور دوسرے گھر خرید کر وقف کر دیئے، فقط زمین کی قیمت بحساب پچیس دینار اور پندرہ دینار فی گز مربع (حسب موقع) ادا کیگئی تھی، مکانات کی قیمت اس کے علاوہ تھی، مکانات کی قیمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک مکان (دار خیرۃ الخزاعیہ) کی قیمت اڑتالیس ہزار دینار دی گئی تھی،

۱۶۴ھ مین خلیفہ مہدی نے دوسرا حج کیا، حرم شریف کی جو توسیع و تعمیر ہوئی تھی اسے ملاحظہ کیا، دیکھا کہ تین طرف سے تو حرم وسیع ہوگیا ہے مگر جنوبی جانب (صفا کے رخ) بہت تنگ ہے اور اس وجہ سے کعبۂ معظمہ وسط حرم مین نہین ہے، خلیفہ مہدی کو یہ بات پسند نہ آئی، حکم دیا کہ اس طرف بھی توسیع کیجائے، معمارون نے عرض کی کہ ادھر سیلاب آیا کرتے ہین، عمارت دیرپا نہین بنے گی اور خرچ بہت ہوگا، مہدی نے کہا کچھ پروا نہین ہے، چاہے سارا خزانۂ سلطنت خرچ ہو جائے، اسے بنوا کر رہونگا، چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی، اور جنوبی رخ بھی توسیع کر کے موجودہ نقشہ کے مطابق حرم بنا دیا گیا،

مگر اس تعمیر کے ختم ہونے سے پہلے ہی مہدی کا انتقال ہوگیا اور تکمیلِ عمارت موسیٰ الہادی کے زمانہ مین ہوئی[1]

(تاریخ قطبی و اتحاف الوری)

ہارون الرشید خلفائے اسلام مین سب سے زیادہ حج خلیفہ ہارون رشید عباسی نے کئے ہین، جسکی وجہ یہ تھی کہ خلافت ملنے سے قبل ایک دفعہ ہارون رشید کو خواب مین سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت نصیب ہوئی، حکم ہوا کہ تمھین خلافت ملنے والی ہے، جہاد کرنا اور حج کیا کرنا اور اہل حرمین کی امداد و دستگیری کرنا، خلیفہ ہونے کے بعد ہارون نے اسکی تعمیل کی، اور پہلے ہی سال یعنی ۱۷۰ھ مین رومیون سے جہاد بھی کیا اور حج بھی ادا کیا، اور حرمین شریفین مین بیشمار خیرات کی، ہارون نے یہ حج بغداد سے پیادہ پا کیا تھا، راستہ مین ایک منزل سے دوسری منزل تک لبادہ کا نرم فرش بچھا دیا جاتا تھا اسکے بعد ہارون نے آٹھ حج اور کئے، ۱۷۳ھ، ۱۷۴ھ، ۱۷۵ھ، ۱۷۷ھ، ۱۷۹ھ، ۱۸۱ھ، ۱۸۶ھ، ۱۸۸ھ، ۱۸۹ھ مین بغداد سے عمرہ کا احرام باندھکر آیا تھا، اور عمرۂ رمضان کا ثواب حاصل کیا تھا، عمرہ کرکے مدینہ طیبہ چلا گیا، حج تک وہان قیام کیا پھر وہان سے حج کو آیا، حرمین مین خیرات و انعامات کی یہ کیفیت تھی کہ صرف ۱۸۶ھ کے حج مین اس مد مین دس لاکھ پچاس ہزار دینار خرچ کئے تھے، ہارون رشید کو طواف کا بھی بہت شوق تھا اور اس سرعت سے طواف کرتا تھا کہ کوئی ساتھ نہ دیسکتا تھا، مغرب اور عشا کے درمیان روزانہ تیرہ طواف کریا کرتا تھا، ہارون کے بعد خلفائے عباسیہ مین سے کسی کو حج نصیب نہ ہوا ۱۸۶ھ مین حج مین خلیفہ ہارون رشید نے لوگون سے اپنے دونون ولیعہدون (امین اور مامون) کے لیے بیعت عہد لی تھی، جسکی کیفیت اگرچہ طویل ہو مگر دلچسپ و عبرت انگیز ہے لہذا ہدیۂ ناظرین ہے:-

اس سال خلیفہ اپنے دونون ولیعہدون (امین و مامون) کو اپنے ساتھ لایا تھا اور تمام رشتہ دار اور وزراء و امرائے سلطنت اور علمائے عراق بھی ہمراہ تھے، مدینہ شریف پہنچکر دو دن تک قیام کیا اور

[1] تعمیر مہدی کے بعد صرف باب الزیادہ اور باب ابراہیم کی طرف ایک ایک ٹکڑہ کا اضافہ ہوا ہے،

اہل مدینہ کو انعامات عطا کئے، پہلے خود اپنا حصّہ لیا پھر لڑکون کو دیا اس کے بعد سادات و اعیانِ مدینہ کو، تیسرے روز مکہ روانہ ہوگیا، ۷، ذی الحجہ کو حرم شریف مین منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور اس کے بعد کعبہ معظمہ کی داخلی کی اور بہت دیر تک دعا مانگی، پھر اپنے دونون ولیعہدون کو کعبہ کے اندر یکے بعد دیگرے بلا کر دیر تک کچھ نصیحت کی، اس کے بعد اپنے وزراء وغیرہ کو، (جنمین یحییٰ برمکی اور جعفر برمکی بھی تھے) بھی وہین بلا لیا اور ان کے سامنے کعبہ کے اندر ہی دونون لڑکون سے دو اقرار نامے لکھوائے جس مین یہ مسطور تھا کہ ہارون کے بعد خلافت امین کو ملیگی اس کے بعد مامون کو، مگر خراسان کی حکومت پہلے ہی سے مامون کے قبضہ مین ہوگی، دونون بھائی باہم اتفاق و محبت سے رہین گے اور ایک دوسرے کے حقوق مین دست اندازی نہ کرے گا، اس عہد کے خلاف نہ کرنے کے لیے تمام مغلظ قسمین (مثلاً طلاق کل زوجات) اور سزائین (مثلاً یہ کہ اپنا سارا مال خیرات کرنا ہوگا، اور پیادہ پا حج کرنا وغیرہ درج تھین، یہ اقرار نامے تمام حاضرین کو سنائے گئے اور ان پر قاضیِ مکہ، کلید بردارانِ کعبۂ وزراء و سادات ہاشمین کی گواہیان ثبت ہوئین اور ان کو کعبہ کے اندر دروازہ کے سامنے لٹکوا دیا گیا، خلیفہ نے شیبی سے ان عہد نامون کی حفاظت کا اقرار لیا اور یہ حکم دیا کہ حج کے زمانہ مین تو یہ کھولکر لٹکائے جائین تاکہ ہر شخص پڑھ لے، اور باقی ایام مین مرصع کار طلائی ظرون مین محفوظ کرکے معلقاتِ کعبہ کے ساتھ آویزان رہا کرین، یہ اقرار نامجات خلیفہ ہارون رشید کی زندگی مین تو کعبہ مین معلق رہے، ان کے انتقال کے بعد جب بھائیون مین ناچاقی اور خونریزی ہوئی، تو امین نے خلیفہ ہونے کے دو برس بعد مکہ سے ان عہد نامون کو منگوا کر نذر آتش کردیا، اور وہ سب مغلظ قسمین اور کفارے بالائے طاق ہوگئے، (ازرقی و ابن فہد وغیرہ)

(باقی)

ارتقاے ادب فارسی

عہد اکبری مین

(۳)

از مولوی عبد الاحمد صاحب ایم اے ریسرچ اسکالر الہ آباد یونیورسٹی،

ہندوستان کے فارسی ادب کے خصائص

اس منزل پر ہو نچکر ہمین تھوڑی دیر ٹھہرنا چاہئے اور دریافت کرنا چاہئے کہ ہندوستان کے فارسی ادب کی خصوصیات کیا تھین ؟ اور سولھوین صدی عیسوی کا لٹریچر کن امور مین ایرانی لٹریچر سے ممتاز تھا ؟ یہان بھی ہم پہلے نظم پر بحث کرین گے۔

یہ امر بدیہی ہے کہ اس دور کے شعراے ہند متاخرین عجم (خصوصًا مقلدین فغانی) کی تمام خصوصی اسالیب مین شریک غالب تھے، لیکن کچھ اپنی جودتِ طبع اور کچھ ملکی فضا کے اثر سے انھون نے چند مخصوص انداز بھی قائم کرلئے تھے جنکی تفصیل آگے آتی ہے،

ہندوستان مین جن لوگون نے فارسی شاعری کی اُن مین سب سے پہلے مسعود بن سعد بن سلمان گورگانی کا نام آتا ہے، یہ ابراہیم شاہ غزنوی کے عہد مین حاکم پنجاب مقرر ہوا، مگر آخر مین بدگمانیون کا شکار ہو کر قید اور بعدہٗ عزلت نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا، اور ۵۱۵ھ مین رحلت کرگیا، یہ بہت نامور شاعر تھا، اور ہمہ گیری کا یہ حال تھا کہ عربی، فارسی، ہندی تینون زبانون مین دیوان تصنیف کئے تھے، مؤرخین نے مسعود کے ساتھ ابو عبد اللہ، ابو الفرج رونی اور حمید الدین مسعود کا بھی تذکرہ

کیا ہے، یہ سب فارسی کے مشہور شاعر تھے، جنمین سے مسعود بن سعد اور ابو عبد اللہ ہندی مین بھی صاحب دیوان تھے، یہ باکمال لاہور مین پیدا ہوئے، اور اپنے عصر کے نامور استاد تسلیم کئے گئے، مشہور ادیب ابو النصر بھی لاہور مین رہتا تھا، اور اس نے ایک مدرسہ جاری کیا تھا جس کے چشمۂ فیض سے دور دور کے تشنگان علم آآکر سیراب ہوتے تھے، یہ سب کچھ تھا، لیکن ابھی مسلمانون کی فاتحانہ اسپرٹ باقی تھی، علاوہ برین فطرت خود ایک جوہر قابل کا انتظار کر رہی تھی، یہی سبب تھا کہ یہ لے زیادہ بلند نہ ہوسکی، آخر وہ زمانہ آیا کہ طوطیِ ہند (خسرو) کے نغمون نے شرق سے لیکر غرب تک تمام فضاے کائنات کو گھیر لیا، ان کا دلکش انداز، موسیقی آفرین اسلوب، بلند تخئیل اور پاکیزہ زبان تعارف کی محتاج نہین، اور انکا کلام ہر زمانہ مین متعصب سے متعصب ایرانی اور مغرور سے مغرور مستشرق سے خراجِ تحسین وصول کرتا رہا ہے، مگر انصاف کا مقتضا یہ کہنے پر آمادہ کرتا ہو کہ خسرو نے سعدیؒ کے نمونہ کو پیش نظر رکھکر اسکی تقلید کی ہے گو وہ تقلید بجاے خود اجتہادی شان رکھتی ہے،

خسروِ سرمست اندر ساغرِ معنی بریخت　　　بادہ از خمخانۂ سعدی کہ در شیراز بود

ظلم ہو گا اگر خسرو کے ساتھ حسن دہلوی کا نام نہ لیا جائے، حسن کا کلام لطافت اور سوز و گداز مین اپنا نظیر نہین رکھتا اور اس امر مین علامہ شبلیؒ انکو خسرو پر ترجیح دینا جائز رکھتے ہین،

ان کے بعد جمال الدین دہلوی (کمبوہ)، بن حسام الدین، مداح محمد بن تغلق، بدر الدین بدر چاچی (مشہور مشکل گو، مداح محمد تغلق) اور مظہر گجراتی اور چند اور اہلِ فضل (جنمین سے بعض ہندی اور بعض عجمی تھے) ہندوستان مین فارسی شاعری کے رکن رکین مانے جاتے رہے،

آخر عہد مغلیہ کا آغاز ہوا اور مغلون کے زمانہ مین شعر و سخن کو وہ عروج نصیب ہوا کہ اس سے پیشتر ہند مین کبھی نہ ہوا تھا، اس دور کی اصل تاریخ عہد اکبری سے شروع ہوتی ہے، جو ہمارا موضوعِ بحث ہے، اس سے پیشتر بابر اور ہمایون کا زمانہ اس نقطۂ خیال سے چندان اہمیت نہین رکھتا،

اس دور کی خصوصیات شعر

تازہ گوئی

پروفیسر براؤن نے لکھا ہو کہ "عہد مغلیہ کے شعرا کے کلام مین نقادان فن کے نزدیک ایک قسم کی جدت پائی جاتی ہے جو ان کو دوسرون سے ممتاز کرتی ہے"

اس جدت کے متعلق عبد الباقی نہاوندی کا بیان زیادہ مستند معلوم ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے:-

"و مستعدان و شعر سنجان این زمان را اعتقاد آنست کہ تازہ گوئی کہ درین زمان درمیانہ شعرا مستحسن است و شیخ فیضی و مولانا عرفی شیرازی وغیرہ بر آن روش حرف زدہ اند بہ اشارۂ تعلیم الیشان بود" (یعنی ابو الفتح)،

جیسا کہ اوپر کہین ذکر آچکا ہے حکیم ابو الفتح اور اس کا دوست عبد الرحیم خانخانان دونون بڑے ادیب اور نکتہ شناس تھے اور انھون نے علما اور شعرا کا ایک اچھا خاصہ بیت العلم (اکاڈیمی) قائم کر رکھا تھا، ان نکتہ سنج امیرون کی سرپرستی اور نقادی شعرا کی اصلاح و تربیت مین اُستاد سے بڑھکر کام کر رہی تھی، اور فن کی ترقی سب کا نصب العین ہو گئی تھی،

اس تازہ گوئی کو مختلف اہل قلم نے مختلف طریقون سے تعبیر کیا ہے، پروفیسر براؤن "ایک قسم کی جدت" پر اکتفا کرتے ہین، اور بس، علامہ شبلی مغفور جنکی راے نقد شعر کے بارے مین زیادہ وقیع ہے، اس سے لطافت ادا اور باریک خیالی مراد لیتے ہین،

میری ناچیز راے مین لطافت ادا بہت زیادہ قرین صواب ہے، زیادہ مناسب ہوگا اگر اس کو جدت اسلوب کے نام سے موسوم کیا جائے، یہ بحث کسی قدر تفصیل چاہتا ہے، جس کو ہم ذیل مین پیش کرین گے،

شعر کی بنیاد دو چیزون پر ہے خیالات، اور زبان، نادر خیال ایک غیر شاعر کے ذہن

مین بھی پیدا ہو سکتا ہے، مگر اس کو ادا کرنے کے لئے شاعر کی زبان درکار ہوتی ہی، اختصار کے لحاظ سے صرف دو ایک مثالین دینا کافی ہونگی،

دو دوستون مین بول چال ترک ہو گئی ہے، اور جنگ کی حالت قائم ہے، اب ان مین سے ایک (معشوق) دوسرے (عاشق) کے پاس آتا ہے اور سلسلۂ گفتگو آغاز کرتا ہے، پاس محبت سے نہین بلکہ اس غرض سے کہ عارضی صلح کے بہانہ بڑی شکایتون کے دفتر کھولنے کا موقع ملے گا، اور لڑائی کی مستقل صورت پیدا ہو جائیگی یہ واردات بہت مرتبہ مجازی محبتون مین پیش آئی ہوگی، مگر اسکو بیان کرنا ہر کسی کا کام نہین، دیکھو نظیری لکھتا ہے،

آمد براے صلح و در جنگ باز کرد　　　　صلحے ز مصلحت پے جنگ دراز کرد

اسی طرح بعض لوگ اپنے آپکو علائق دنیوی مین اسقدر گھرا ہوا سمجھتے ہین کہ اکتا اٹھتے ہین اور ان سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہین مگر بن نہین پڑتا، ایسے بر خود غلط افراد بعد کو محسوس کرتے ہین کہ ہماری مشکلات اس قدر نہین تھین جتنی ہم سمجھتے تھے، اور دنیا ہمارے وجود کی اتنی ضرورت مند نہ تھی، جتنا ہمین گمان تھا، یہ فلسفیانہ خیال دیکھو اور عرفی کا انداز بیان کہ دو مصرعون مین کیا کچھ کہہ گیا،

ہزار رخنہ بہ دام و مرا ز سادہ دلی　　　　تمام عمر بہ اندیشۂ رہائی رفت

آمدم بر سر مطلب، اس تمہید کے بعد یہ دکھانا باقی ہے کہ مغلیہ دور کے شعرا نے خیالات کے ادا کرنے کے لئے زبان مین کیا کیا نادر اسلوب (جسے تازہ گوئی کہا جاتا ہے) ایجاد کئے، یہ واضح رہے کہ بعض موقعون پر خیال مین کوئی ندرت نہین، البتہ انداز بیان اس قدر نیا اور دلکش ہو گیا ہے کہ تعریف نہین ہو سکتی، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یہ طرز ہندوستان کی پیداوار اور ہندوستان کی فارسی شاعری کی مخصوص ملکیت ہے، یہ بات صفوی شعرا مین مشکل سے ملے گی،

ضرورت ہے کہ اس جدت اسلوب کو چند مثالون کے ذریعہ سے واضح کیا جائے، غور کرو،

یہ مسئلہ کہ صبر آخر مین فتحمند ہوتا ہے، کس قدر فرسودہ ہے، مگر جس پیرایہ مین عرفی نے یہ مضمون بیان کیا ہے وہ کتنا اچھوتا اور دلکش ہے،

زخمہا برداشتیم و فتحہا کردیم لیک ۔۔۔ ہرگز از خون کسے رنگین نہ شد دامانِ ما

یا کسی کی دل آزاری نہ کرنے کی حکمت کو نظیری نے کس عجیب طریقے سے ادا کیا ہے، لکھتا ہے،

نیازارم ز خود ہرگز دلے را ۔۔۔ کہ می ترسم درو جائے تو باشد

یا مثلاً یہ بیان کرنا تھا کہ بہت سے مسلمان ریاکاری کے ہاتھون شرک کے مرض مین مبتلا ہین، اسکو عرفی نے یون لکھا (اور قیامت یہ کی کہ برہمن سے خطاب کیا)،

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبدِ ما ۔۔۔ سبحۂ نیست کہ آن غیرتِ زنارِ تو نیست

عرفی ریاکاری کے مقابلہ مین رندی کو یون ترجیح دیتا ہے،

ہمان ننگے کہ آنجا در دلِ اسلامیان بینی ۔۔۔ مغان را نیز بودا ما صفائے مے زدود اینجا

ایک موقع پر عرفی لافِ یکتائی کی مذمت کرتا ہے مگر حیرت انگیز انداز سے،

مگو کہ نیست گنہ گارتر ز من عرفی ۔۔۔ کہ این حدیث گرانمایہ لافِ یکتائی ست

علی ہذا نظیری کے کلام مین بھی اس قسم کے نشتر ملتے ہین مثلاً کہنا یہ ہے کہ محبوب کے حسن کی لطافت اس پایہ پر پہونچی ہوئی ہے کہ ہماری مادی نظر کثافت کے باعث اسکے نگاہ سوز جمال کا نظارہ نہین کر سکتی، اس کو نظیری اس طرح لکھتا ہے،

مشاطہ را بگو کہ براسبابِ حسنِ یار ۔۔۔ چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

شعر ذیل کی جدت ملاحظہ ہو،

گرچہ می دانم قسم خوردن بجانت خوب نیست ۔۔۔ ہم بجان تو کہ یادم نیست سوگندے دگر

فیضی کے یہان بھی یہ جواہرات دوسرون سے کم نہین، اگرچہ جیسا کہ اوپر ہم لکھ آئے ہین

عرفی اس صنف مین بڑھا ہوا ہے، ایک موقع پر فیضی فقرا کی عزلت نشینی کی توجیہ کرتا ہے،

خاک بیزانِ رہِ فقر بجائے نہ روند ۔۔۔ گوئی این طائفہ این جا گہرے یافتہ اند

یہان ہم عرفی اور اس کے معاصرین کے چند شعر جن سے جدتِ اسلوب کا مفہوم زیادہ واضح ہو جائیگا، نقل کرتے ہین، ہر شعر کی علحدہ توضیح کی ضرورت نہین،

عرفی

عنایتِ[1] صمدی رو کفر ما نہ کند ۔۔۔ اگر کمال پذیرد صنم پرستیِ ما

آن[2] رہروے کہ شاد بترکِ تعلق است ۔۔۔ بت سنگ راہ و بت شکنی سنگ راہ اوست

عمرم[3] بہ گریہ ہای ہوس صرف شد کنون ۔۔۔ عمرے بتازہ بایدم و واگریستن

ساقی توی و سادہ دلی بین کہ شیخِ شہر ۔۔۔ باور نمی کند کہ ملک میگسار شد

اے برہمن بنگر معبدِ صوفی و ریا ۔۔۔ کین طرف نیز بت دیر ہمنے ساختہ اند

نظیری

از کفِ نمی دہد دل آسان ربودہ را ۔۔۔ دیدیم زور بازوے نا آزمودہ را

تا منفعل ز رنجش بیجانہ بینمش، ۔۔۔ می آرم اعترافِ گناہِ نبودہ را

خون تراچہ قدر نظیری خموش باش ۔۔۔ این بس کہ دعوی از طرفِ قاتلِ تو نیست

مرا بہ سادہ دلیہای من توآن بخشید ۔۔۔ خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کسے بہ قلبِ شبم ترکتاز می آرد ۔۔۔ کہ بر فراش قصب پای در حنا خفتست

---

[1] دیکھو غالب:- وفاداری بشرطِ استواری عینِ ایمان ہے ؎ مرے بتخانہ مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو

[2] غالب لکھتے ہین:- ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی مین ؎ ہم ہین تو ابھی راہ مین ہے سنگ گران اور

[3] مرزا غالب:- ابر اشکبار و ما خجل از ناگریستن ؎ دارد تفاوت آب شدن تا گریستن

غزالی

شوئے شدواز خواب عدم چشم کشودیم		دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

صبوحی

ہیچ جائے نشستی کہ رقیبت نہ نشست		جز دل من کہ توجا کردی و او بیرون ماند

میلی

صدبار رنجہ گشتہ ام و صلح کردہ ام		کان مہ خبر نداشتہ از صلح و جنگ من

امثلۂ بالاسے قارئین کرام کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ تازہ گوئی کا مفہوم کیا ہے؟ ابوالفتح اور خانخانان کی فیاضانہ سرپرستی اور مناسب نکتہ چینی کا یہ اثر ہوا کہ شعرا نئے نئے اسالیب بیان تلاش کرنے میں اپنے ہمسروں پر سبقت لیجانیکی کوشش کرتے تھے، اور نادر خیالات کے ساتھ ساتھ جدید انداز اختراع کرتے تھے،

متانت عہد مغلیہ (خصوصاً دور اکبری) کے شعرا کا ایک طرۂ امتیاز یہ بھی تھا، کہ وہ اپنی زبان قلم کو فحش مضامین سے ہرگز آلودہ نہیں کرتے، اس کے برخلاف ایران میں شفائی جیسے نامور شعرا جنکی بادشاہِ وقت نہایت توقیر کرتے تھے اور جنکی تصانیف تصوف و اخلاق پر آج تک مشہور ہیں جب فحش گوئی پر اترتے تھے تو جعفر زٹلی کو مات کرتے تھے،

یہی حال وحشی وغیرہ کا تھا، مگر خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کے مذاق صحیح نے اس قسم کے لٹریچر کو اپنے حدود میں داخل نہ ہونے دیا، ہندوستان کے فارسی شاعروں میں بھی باہمی منافست و مسابقت کی بنا پر نوک جھوک ہوجایا کرتی تھی، لیکن کبھی سنجیدگی کے دائرہ سے باہر نہونے پاتی تھی، فیضی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مذاق سلیم کے خلاف بعید سے بعید کنایۃً بھی لکھنا پسند نہیں

لہ مثنوی نل دمن میں ضرور ایک موقع آتا ہے جہاں فیضی نے بے اعتدالی برتی ہے (چون نذم باد نوبہاری الخ) مگر مثنوی کا نظام اس قسم کے مضامین کا مقتضی تھا، یہ وہ موقع ہے جہاں مولانا نظامی و جامی بھی باین تقدس بے باک ہوجاتے ہیں،

کرتا،[1] عرفی نے اپنے مخالف کو جل کر سخت سے سخت دشنام جو استعمال کی ہے وہ نا منفعلے (بے غیرت) یا منافقک ہے، یا من از جہل معارض شدہ نامنفعلے یا کہ این منافقکان را چہ آدم بر سر البتہ ایک موقع پر خود معاندین کی یورش سے تنگ آکر چند ایسے شعر اسکے قلم سے نکل گئے ہیں کہ عرفی جیسے مہذب شخص سے تعجب ہوتا ہے، (قطعہ جسکا قافیہ و ردیف منعدم گردد منتقم گرددہے) اکبر کے عہد میں صرف ایک ہجوگو شاعر کا پتہ چلتا ہے، یہ پنجاب کا رہنے والا تھا اور شیری تخلص کرتا تھا، گو عامی تھا مگر مرد طباع تھا ملا صاحب اس کی تعریف لکھکر آخر میں فرماتے ہیں: "شکویات را ہیچ شاعرے بہتر از و نگفتہ، اور چند شعر نقل کرتے ہیں شیری کی ہجویات مشہور ہیں مگر کہیں بدمذاقی اور بے اعتدالی نہیں پائی جاتی، دیکھو ایک شعر میں کس ظرافت کے ساتھ بادشاہ کی بوالعجبیوں پر چوٹ کی ہے،

شاہ ما امسال دعوای نبوت کردہ است		گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

ظریف شعرا میں شیدا ہمعصر جہانگیر بھی خاصی شہرت رکھتا ہے مگر فحش کی حد تک نہیں پہونچا، تقریباً ایک صدی کے بعد عالمگیری دور میں نعمتخان عالی بیشک ایک ایسا شخص گذرا جسکی فحش گوئی اور ہرزہ سرائی نے وہ گندہ لٹریچر پیدا کیا کہ قابل بیان نہیں، لیکن یہ دور ہمارے موضوع سے خارج ہے،

عشق کا بلند معیار ایک اور خاص امتیاز جس پر ہم زور دینا چاہتے ہیں، یہ تھا کہ اس عہد کی شاعری میں محبت کا معیار بہت بلند قرار دیا گیا، بیشتر آپ پڑھ چکے ہیں کہ صفوی شعرا نے معاملہ بندی (یا وقوعہ گوئی) کو اپنا شعار بنا لیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجازی اور وہ بھی ہوس آمیز محبت شعرا کی ذہانت کی جولانگاہ بن کر رہ گئی، اور وہ مادی وصل و ہجر کی واردات ادا کرنا اپنا کمال تصور کرنے لگے، اس کے برعکس ہند کے شاعروں نے تصوف (عشق حقیقی) کو اپنا مطمح نظر ٹھہرایا اور وصل و ہجر کے عوض بسط و قبض کی

لہ فیضی خود لکھتا ہے:- بجلد شعر من از پوست تا مغز		ہجائے مردم ناپاک رگ نیست
بدان ی ماند این پاکیزہ گفتار		کہ در دیوان حافظ نام سگ نیست

کیفیات کو عجیب عجیب پیرایون سے بیان کیا، عرفی کے کلام کو پڑھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک درویش جذب کی حالت مین وجد کر رہا ہے اور اسی عالم مین اسرارِ تصوف بے اختیار اسکی زبان پر آرہے ہین، للہ انصاف! کہان یہ مضمون کہ،

دم آخرست و دشمن بہ تنش گذار یکدم ۔۔۔ کہ بصد ہزار حسرت بہ تو می گذارم اُو را

اور کہان یہ خیال،

نے مہر دوست میم نے کین دشمنان را ۔۔۔ یک طور دوست دارم بے مہر مہربان را

ہندوستان کی صوفیانہ شاعری پر ہم شاید آگے چل کر بحث کر سکین، سردست اتنا کہنا کافی ہے کہ اور تو اور ہندوستان کی مجازی محبت کا معیار بھی عموماً صفوی شعرا کی معاملہ بندی سے کہین ارفع ہے، اور اس مین بوالہوسی کے بجائے پاکبازی کا عنصر زیادہ نمایان ہے، ملاحظہ ہو۔

عرفی

میروی با غیر و میگوئی بیا عرفی تو ہم ۔۔۔ لطف فرمودی برو کین پائے رار فتار نیست

نظیری نے بھی اسی زمین مین اس مضمون تک پہونچنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بات کہان،

نظیری

مردم ازشرمندگی تا چند با ہر نا کسے ۔۔۔ مرد مت از دور بنمایند و گویم یار نیست

عرفی

از صید بخون گشتہ میر بیز کہ صیاد ۔۔۔ آرایش فتراک و رکابش ہمہ خونست

گر شرط دوستی نہ شناسی بجمن شمع ۔۔۔ اول محبت تو بہ پروانہ خوش تر است

کسے بہ بزم ارباب دل نہ دارد راہ ۔۔۔ کہ تحفہ ز نسیم بلا نمی آرد

نظیری

عشق عصیانست اگر مستور نیست ۔۔۔ کشتہ جرم زبان مغفور نیست

شرم ما باد کہ مشہور جہانیم بہ عشق ۔۔۔ نشدیم آتش و برقے بہ دیائے نزدیم

مرثیہ کی کمی

پہلے عرض کیا جا چکا ہو کہ معاملہ بندی اور واسوخت ایران کی پیداوار مین، اور وہین تک محدود، ان کے بدلے ہندوستان مین تخئیل اور تازہ گوئی کا سکہ چلتا رہا، البتہ یہ افسوس کیساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مرثیہ کی صنعت نے ہندوستان مین کچھ ترقی نہین کی، ایران مین صفوی سلاطین کی مذہبی سرگرمی اور فیاضانہ سرپرستی نے مرثیہ کو کافی ترویج دی اور محتشم[1] اور مقبل جیسے باکمال مرثیہ نویسون نے اپنے زورِ طبع اور دینی جوش سے جگر گوشۂ رسول کے مناقب اور مصائب لکھکر زمین و آسمان مین تزلزل ڈالدیا، تورانی سلاطین کے دربارون مین ایسے سامان میسر نہ تھے اور انھین اسباب کے ماتحت یہ صنعت ترقی نہ کر سکی، سلاطینِ دکن کے ایمار سے ظہوری وغیرہ نے کچھ لکھا مگر عام مقبولیت نہ ہوئی، الغرض ہندوستان کی شاعری گو کسبِ فیض مین ابتداءً ایران کی رہینِ منت ہو تاہم کسی امر مین اس سے پیچھے نہین، ان حقائق پر نظر کرتے ہوئے کس قدر حیرت ہوتی ہے جب ہم ونسنٹ اسمتھ جیسے کوتاہ نظرانِ قلم کی رائے پڑھتے ہین جو انھون نے اکبری لٹریچر کے بارہ مین ظاہر کی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ اسمتھ نے براہ راست اس دور کی ادبیات کا مطالعہ نہین کیا ہے، ورنہ وہ ایسا سطحی فیصلہ صادر نہ کرتے، ان کی رائے غالباً تراجم پر مبنی ہے یا محض سماعی ہو، اسمتھ صاحب اپنی بہم ذمہ واری تاریخ اکبر کے باب (عہد اکبر کے فنون وادبیات) مین فرماتے ہین، کہ اس زمانہ کی شاعری اگرچہ بہت فراوان ہے، تاہم جذبہ و ولولہ سے خالی ہے، اور یہ کہ شعرائے اکبری حتی کہ فیضی بھی عشق و ہوس مین امتیاز نہین کرتے، ان کا مبلغ کمال یہ ہے کہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر صنائع و بدائع

[1] محتشم سے پہلے اور بعد بھی ایران مین کوئی مرثیہ گو محتشم کا ہمپایہ پیدا نہین ہوا، اگر یہ صنف اعتدال کیساتھ شاہانہ سرپرستی مین ترقی کرتی رہتی تو فارسی ادب مین گران قدر اضافہ ہو جاتا، ہندوستان مین اردو کے شاعرون مین انیس و دبیر ضرور مرثیہ کو اس عروج پر پہونچا گئے، کہ عرب و عجم کا کمال فراموش ہو گیا،

کی بھول بھلیان مین گم کر دیتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ ہند کی فارسی شاعری ادبیات کے اختراع فائقہ کے درجہ کو نہین پہونچ سکتی،

اس فیصلہ کی لغویت اس قدر ظاہر ہے کہ مزید تردید کی ضرورت نہین، اس کے برخلاف بلاک مین[1] کا خیال ہے کہ امیر خسرو کے بعد اسلامی ہند فیضی سے بہتر کوئی شاعر پیدا نہ کر سکا، اور نیز یہ کہ نثر مین ابو الفضل کا انداز اپنی آپ نظیر ہے،

(باقی)

اُردو کا ماہانہ رسالہ شمع آگرہ،

بادشاہانِ اودھ اور ان کے مشہور امرا اور لکھنؤ کے مایہ ناز قدیم شعرا کی قلمی تصاویر عہد مغلیہ و عہد جدید کی مصوری کے بہترین نمونے جو آجتک کبھی شایع نہین ہوئے ہین، رسالہ شمع مین مسلسل شایع ہو رہے ہین، شمع تاریخی، علمی، ادبی اور سیاسی مضامین اور افسانون کا ہندوستان مین سب سے زیادہ ضخیم ۱۱۲ صفحات کا رسالہ ہے، اور جنوری ۱۹۲۵ء سے محمد حبیب الرحمان صاحب (آکسن) پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ اور حسن عابد صاحب جعفری (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا، آگرہ کی ادارت مین نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے، تنقیدات اور تبصرے قابل دید ہوتے ہین، لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب کاغذ چکنا اور قیمتی، سالانہ حجم ۔۔۔۔ صفحات اور کم از کم ۔۔ تصاویر، سالانہ چندہ صرف چھ روپیے (۶؎)

چندہ سالانہ (۶؎) ششماہی (۴؎) نمونہ کا پرچہ (۱۰) ماہواری حجم ۱۱۲ صفحہ مع تصاویر،

نمونہ کا پرچہ کسی حالت مین مفت نہین روانہ ہوگا،

منیجر شمع، شاہ گنج، آگرہ،

[1] دیکھو البدایونی کی رائے،

تلخیص و تبصرہ

افلاطون کی جمہوریت

افلاطون نے سیاست اور نظام حکومت پر ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام ری پبلک ہے اس کتاب مین اس نے یونان کو پیش نظر رکھکر ایک منظم اور خوشحال شہر کا نظام قائم کیا ہے جسکی تلخیص ایک مصری اہل قلم سلامہ موسی نے ایک مضمون مین کی ہے اور اس پر تبصرہ لکھا ہے، وہ لکھتے ہین،

افلاطون کے زمانہ مین حکومت صرف شہر کی صورت مین قائم تھی، اس لیے اس نے رقبۂ سلطنت کو چھوڑ کر اپنا تخیل صرف شہر کے متعلق قائم کیا اور اس نے اپنے قائم کردہ شہر کو اس قدر مختصر بنانا چاہا کہ اس کے باشندے سب کے سب ایک کھیل مین شریک ہو سکین اور ان مین تعارف و دوستی کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہو سکے کہ ایک کو دوسرے سے بیگانگی نہ ہو، اسلیے افلاطون کی جمہوریت کی شکل اب یہ قائم ہوئی کہ ایک متمدن گاؤن کے گرد خاص اسکی کھیتی باڑی کے لیے کچھ کھیت ہون اور اس کے باشندے ایک متوسط الحال زندگی بسر کرین،

اس جمہوریت مین سوسائٹی قدرتی طور پر افراد سے مرکب ہے،

لیکن ان افراد کا اجتماع ریگ اور ٹیلے کی طرح غیر منظم اور غیر مرتب طور پر نہین پایا جاتا بلکہ جسم انسانی کے اعضاء کی طرح ان مین ربط و تناسب پایا جاتا ہے اور اسلئے ہر طبقہ کے لیے ایک خاص نظام قائم کر دیا گیا ہے، مثلاً ایک طبقہ ادھیار کا ہے جو حکمت کی تعلیم اور سیاست و سلطنت کی جمہوریت کی تدبیر

وانتظام کے لیے مخصوص کردیا گیا ہے، شہر کی حفاظت فوجی گروہ سے متعلق کردیگئی ہے، مزدورون کے طبقہ کو زراعت اور صنعت وحرفت کے کامون مین لگا دیا گیا ہے،

جن ذرائع سے یہ نظام دائمی طور پر قائم رہ سکتا ہے وہ یہ ہین، (۱) تولید (۲) تربیت (۳) روزانہ ورزش مزدورون کے طبقہ کے درمیان تولید کا سلسلہ قائم نہین ہوسکتا بلکہ وہ لوگ نکاح کرکے اولاد پیدا کرتے ہین، اور انکی اولاد کی تربیت کاشتکارون اور کاریگرون کے معمولی مروجہ طریقون پر ہوتی ہے، لیکن فوجی طبقہ کو حقِ نکاح سے محروم کردیا گیا ہے، وہ ایک خاص مرکز مین زندگی بسر کرتا ہے اور عورتون سے صرف دوستانہ تعلقات قائم کرسکتا ہے، اسلیے اولاد ہوتی ہے تو وہ کسی معین شخص کی طرف منسوب نہین ہوتی بلکہ اوسکی نشو ونما بالکل فوجی طریقہ پر ہوتی ہے، وہ ایک سپاہی بنایا جاتا ہے، جو صرف اپنے وطن کی محبت کرتا ہے،

طبقۂ اوصیار کی بھی یہی حالت ہے،

ان طبقات مین ایک طبقہ کے مرد اور عورت دوسرے طبقہ کے مرد اور عورت سے تعلقات نہین قائم کرسکتے، جسکا مقصد غالبًا یہ ہے کہ ہر طبقہ کا ایک مخصوص خاندان ہو جو مخصوص اوصاف کا مالک ہو،

طبقۂ اوصیار کی تربیت خالص یونانی طرز پر کیجاتی تھی اور زمانۂ طفولیت مین ورزش، جمناسٹک اور موسیقی کے ذریعہ سے ان کے جسم و دماغ کی اصلاح وتربیت کیجاتی تھی، اور اس کے ساتھ کھیل کود کے طریقہ پر لڑکون کو مختلف قسم کے علوم کی تعلیم دیجاتی تھی اور یہ ایک ایسا طریقہ تھا کہ بچے پر تعلیم کا بوجھ نہین پڑتا تھا، جوان ہونے پر متعدد بار ان کا امتحان لیا جاتا تھا، اسلیے طبقۂ اوصیار مین صرف وہی لوگ شامل ہوسکتے تھے جنکے متعلق امتحان سے یہ ثابت ہوجاتا تھا کہ وہ شہر کی حکومت کے چلانے کے قابل ہین، یہ لوگ کسی چیز کے مالک نہین ہوسکتے تھے انکو صرف بقدرِ ضرورت معاوضہ ملتا تھا، جسکا مقصد یہ تھا کہ ایک وصی کی زندگی بے لوث ہو، اس کے مخصوص مشاغل اوسکو شہر کے معاملات پر غور و فکر کرنے سے روک نہ سکین،

اور وہ کسی فیصلہ مین مخصوص مصالح کی بناپر کجروی اختیار نہ کرسکے،

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ افلاطون نے فوج ووصی کے لیے حقِ نکاح وحقِ ملکیت کو ناجائز قرار دیکر محض اپنے وہم وخیال کے سامنے سر جھکا دیا ہے، اور یہ ایک حد تک صحیح بھی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عیسائی رہبانیت بالخصوص اوسکا نظام عیسوی اسی طریقہ پر قائم تھا، کیونکہ راہب نہ نکاح کرسکتا تھا نہ کسی چیز کا مالک ہوسکتا تھا، لیکن باوجود اس کے یہ نظام کامیاب ہوا، جب انسان قومیت پر آسانی کے ساتھ اپنے ذاتی اغراض کو قربان کرسکتا ہے، اور ملکیت کے فطری جذبہ کو مذہبی خدمات کی نذر کرسکتا ہے تو بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے اسکو آسان کیون نہین سمجھ سکتا؟ جبکہ انسانون کے درمیان ایسی جماعتین موجود ہین، جو خداوند تعالیٰ کی خدمت کے لیے اپنی زندگیون کو وقف کردیتی ہین، تو ان لوگون کے درمیان ایسے لوگ کیون نہین پیدا ہوسکتے جو حکمت کی تعلیم ومطالعہ، حکومت کی تنظیم وتربیت، اور افراد کی آزادی وحریت کے لیے ایسا کرسکین؟

اسلام مین جاگیرین

اسلام مین جاگیرون کا رواج نہایت قدیم زمانہ سے ہوا، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو ثعلبہ الخشنی کو زمین کا ایک ایک قطعہ جاگیر مین عنایت فرمایا، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی جزیرۂ عرب اور دوسرے مفتوحہ ممالک مین جاگیرین عطا کین، یہانتک کہ اس قسم کی جاگیرون کا خراج حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین سات ملین درہم اور حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین پچاس ملین درہم وصول ہوا، اس کے بعد بنو امیہ کے زمانہ مین فتوحات کے ساتھ ساتھ جاگیرون کو بھی وسعت حاصل ہوئی لیکن عباسیہ کے دور اوّل مین اسکی نشو ونما مین کسی قدر رکاوٹ پیدا ہوگئی، کیونکہ اس دور مین خلفائے عباسیہ نے زمین کی آبادی اسکی آب پاشی، نہرون کی کھدائی وغیرہ کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی تھی، اور کاشتکارون کے مال وجائداد کو زیادہ مامون ومحفوظ

اوران کے سر سے ٹکس کے بوجھ کو زیادہ ہلکا کردیا تھا، لیکن خلافت عباسیہ کے دوسرے دور مین خلفاء کے ضعف کی وجہ سے یہ نظام دوبارہ نہایت عام اور وسیع شکل مین قائم ہوگیا اور جب شاہان سلجوقیہ اوران کے بعد دوسرے بادشاہون کا دورِ حکومت آیا تو فوج اور امراء کے درمیان اکثر ملک جاگیرون کی صورت مین تقسیم ہوکر رہ گئے، یہانتک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اکثر ملکون کو فوج اور امرائے سلطنت کی جاگیر بنا دیا، ان جاگیرون کے منافع مختلف تھے، چنانچہ ممالیک کے عہد مین مصر مین بعض امراء کی جاگیرون کا منافع ۔۔۔۔ ۲۰۰ دینار سالانہ تھا،

اسلام مین جاگیرون کے اس سسٹم نے مختلف اسباب کے ذریعہ سے ترقی کی، اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے جب عربی فوجون کو شام و عراق کی طرف روانہ کیا اور رومی اور ایرانی سلطنتین مفتوح ہوگئین تو انھون نے ان دونون ملکون کی جن زمینون کو ان دونون سلطنتون کے امراء اور سپہ سالارون کے درمیان منقسم پایا، ان کو سلطنت کا خالصہ قرار دیا اور جن زمینون کے مالک مقتول و مفرور ہوگئے وہ بھی اس سلسلے مین داخل ہوگئین، لیکن چونکہ حضرت عمرؓ کا ایک نہایت اہم مقصد یہ تھا کہ تمام مسلم لوگ ہمیشہ سپاہی بنکر جنگ کے لیے تیار رہین اور کوئی چیز اون کی اس سپاہیانہ مستعدی مین رکاوٹ نہ پیدا کر سکے، اسلیے بیت المال سے تمام لوگون کے وظائف مقرر کرکے ان کے لیے کاشتکاری کے پیشے کو ممنوع قرار دیا، اس حالت مین ناگزیر طور پر یہ قطعات اراضی لوگون کو بطور جاگیر کے دیدیئے گئے، اور بیت المال نے ان کے خراج سے اور لوگون نے ان کی پیداوار سے فائدے اوٹھائے،

اس وقت اہل عرب کی فطری حالت نے بھی حضرت عمرؓ کے اس خیال کی تائید کی کیونکہ وہ لوگ خود بھی کاشتکاری کے پیشے کو برا سمجھتے تھے، اسلیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت آسانی کے ساتھ ان کو اس پیشے سے روک دیا،

خلفائے بنو امیہ کے زمانے مین جاگیرون نے ایک دوسرا طرز اختیار کیا، کیونکہ اس زمانے مین استحکامِ سلطنت کے لیے خلفاء کو بکثرت مال و دولت کے جمع کرنے کی ضرورت ہوئی، اور اس حالت مین اصلی ملک کے باشندون یعنی اہل خراج نے ناگزیر طور پر خلفاء و عمالِ سلطنت کے بعض اعزہ و اقارب کے دامن مین پناہ لی اور اس غرض سے اپنی زمینین اور اپنے باغات اون کے نام لکھدیئے اور خلفاء نے ان عزیز دارانہ تعلقات کے بنا پر ان کے خراج کے معاملے مین آسانیان کردین، اس زمانے مین جاگیرون کی جو کثرت تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امراء و زراء ان جاگیرون کو کبھی ہدیۃً اور کبھی قصائد کے صلے مین دیدیا کرتے تھے،

خلافت عباسیہ کے دور ثانی اور دور اول کے بڑے حصے مین جاگیرون کے سسٹم کو اسلیے اور بھی زیادہ وسعت حاصل ہوئی کہ خلفائے بنو امیہ نے مغلوب ہوکر جو زمینین نہایت کثرت سے چھوڑ دی تھین، ان پر خلفائے عباسیہ نے قبضہ کرکے اپنے حامیون کو بطور جاگیر کے دیدیا،

(المقتطف)

مشرق کا پیام اتحاد مغرب کو،

حال مین سونیوا دتانی نے جو ایک جاپانی بودھسٹ فرقہ ہونغوانجی کے پیشوا ہین، ولایات متحدہ کا سفر کیا ہے، اور نیویارک کے رسالہ "عمل مسیحی" مین مشرق کی طرف سے مغرب کے نام ایک پیام اتحاد شایع کیا ہے، جس مین ابتداءً ہندوستان کا ذکر نہایت شاندار الفاظ مین کیا ہے، لیکن چونکہ وہ موجودہ حالت مین اس خدمت جلیلہ کے انجام دینے کے قابل نہین ہے، اسلیے اخیر مین حسرتناک طریقہ پر اسکی معذوری ظاہر کی ہے، تاہم یہ امر مسرت خیز ہے کہ مشرق کی ایک ترقی یافتہ اور با اقتدار سلطنت نے بغیر کسی مجبوری کے مغرب سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہے، لیکن اسی کے ساتھ یہ امر بھی افسوسناک ہے کہ امریکہ کے اخبارات نے اس پیغام کو نہایت بے پروائی کی نگاہ سے دیکھا ہے،

کیونکہ ان اخبارات کے مطالعہ کرنے والے پیغامِ محبت اور دعوتِ امن سے زیادہ جرائم اور مجرمین کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہین، اور اس سے مغرب کی ذہنیت کا اندازہ ہوسکتا ہی، بہرحال سونیوا ڈی تانی لکھتے ہین،

مشرقی تمدن ہندوستان مین پیدا ہوا اور دہان سے بہ ترتیب ایشیائے وسطی، چین اور کوریا کا سفر کرتا ہوا جاپان مین پہنچا، لیکن جاپان کے راستے مین وہ مختلف تمدنون سے ممزوج و مخلوط ہوگیا، اس کے بعد اس نے آہستہ آہستہ ترقی کی، اور جاپان مین اپنے اوجِ کمال کو پہنچکر اپنا رخ دریائے پسیوک کی طرف کر دیا،

اسی طرح مغربی تمدن نے یونان مین جنم لیا اور بحرِ متوسط کے کنارون پر نشو و نما پائی، وہان سے وہ روما مین پہنچکر یورپ کے مختلف تمدنون سے مل جل گیا، اس کے بعد وہ بحرِ انٹلانٹک کو عبور کرکے ولایاتِ متحدہ مین پہنچا، اور وہان پہنچکر انتہائی عظمت حاصل کی اور اب اس نے بھی اپنا رخ دریائے پسیوک کی طرف کر دیا ہے،

اس طریقہ پر یہ دونون مشرقی اور مغربی تمدن بالکل آمنے سامنے ہوگئے ہین، اسلیے ہمارا یہ فرض ہے، کہ انسانیت کی فوز و فلاح کے لیے ان دونون کو ایک شہر مین متحد کرکے دونون کے فوائد سے متمتع ہون،

لیکن مشرق مین چین اندرونی بےچینی مین مبتلا ہے اور ہندوستان کے پانون مین جہالت اور غلامی کی بیڑیان پڑی ہوئی ہین، صرف ایک جاپان ہے جس پر اس اتحاد کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اور مشرق مین جاپان کے سوا اس وقت کوئی ایسا ملک موجود نہین ہے جو اس قسم کی خدمت انجام دیسکے،

اسی طرح امریکہ مغرب بلکہ دنیا کی تمام سلطنتون مین سب سے زیادہ دولت مند سلطنت ہے، اس لیے ان دونون تمدنون کے درمیان ربط و اتحاد اور اس معاملہ مین جاپان کی تائید کرنے کی ذمہ داری سب سے پہلے اوسی پر عائد ہوتی ہے"

یہ ایک شریفانہ اور پاکیزہ خیال ہے، اور مشرق و مغرب دونون کے اربابِ ذکر کو چاہیے کہ وہ اس کو عملی صورت مین لائین،

(المقتطف بابت ماہ جولائی ۱۹۲۶ء)

حجاز مین علمی انقلاب،

حجاز سے ترکی اقتدار کے اوٹھ جانے کے بعد جو سیاسی انقلابات ہوتے رہے ہین، ان سے تو ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے، لیکن اس مقدس سرزمین مین جو علمی انقلاب ہوا ہے اس سے بہت کم لوگون کو واقفیت حاصل ہے،

یہ ایک عام تاریخی شکایت ہی کہ خلفاءِ عباسیہ نے اہلِ عرب کو پولٹیکل مصالح کی بنا پر دولتِ علم سے محروم رکھا، اور ترکون نے بھی اپنے عہدِ حکومت مین اسکی کچھ تلافی نہین کی، یہانتک کہ اون کے زمانے مین اس سرے سے اس سرے تک ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جسکا املا تک صحیح ہو، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب وہان اہلِ علم کی ایک نوخیز جماعت تیار ہوگئی ہے، جو نثر و نظم کا بہترین مذاق رکھتی ہے، چنانچہ حال مین سید محمد سرور الصبان مکی نے "ادب الحجاز" کے نام سے اس جماعت کی قلمی پیداوار کا ایک انتخاب ۹۰ صفحے مین جمع کرکے شائع کیا ہے، اور اس مین کوئی شبہہ نہین کہ یہ آزادی اور خود مختاری کا نتیجہ ہے،

(الزہرا محرم ۱۳۴۵ھ)

اخبار علمیہ

ہندوستان مین قدیم تاریخی آثار، سرادرل اسٹن نے ہندوستان کے ان مقامات مین جہان کثرت سے قلعے اور فوجی عمارات قائم تھین، قلعۂ ارنوس کا اکتشاف کر لیا ہے، جسکی نسبت یونان کے مشہور مورخ اور فلسفی اریانوس کا بیان ہے کہ سکندر اعظم نے ۳۲۷ قبل میلاد مین اسکو فتح کیا تھا اور ہندوستان مین یہ اس کا عظیم الشان فوجی کارنامہ خیال کیا جاتا تھا،

انھون نے دو بودھون کے ان دو مزارون کا سراغ بھی لگا لیا ہے جنکا ذکر چینی سیاحون نے کیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مہاتما بودھ کے پاؤن کے نشانات اب تک ان کے پتھرون مین موجود ہین، نیز خشک کرنے کے لیے مہاتما بودھ جو کپڑے پھیلایا کرتے تھے انکے نشانات بھی موجود ہین،

زرعی کامون مین برقی قوت کا استعمال، جو آلات برقی قوت سے حرکت کرتے ہین، انکا استعمال زرعی کامون مین بکثرت ہونے لگا ہے، چنانچہ زیلنڈ جدیدہ مین دو ہزار کارخانے ایسے ہین جنمین دودھ برقی آلات سے دوہا جاتا ہے، اور اس قسم کے اسی قدر کارخانے آسٹریلیا مین بھی ہین، جاپان مین حریر برقی آلات کے ذریعہ سے بنایا جاتا ہے، اور کلیفورنیا مین آبپاشی کے لیے بکثرت برقی آلات استعمال کیے جاتے ہین، انگریزی ممالک مین شب کے وقت باغات مین برقی روشنی کیگئی تو بعض پھولدار درختون کی کلیان جلد جلد نکلنے لگین، مرغیون کے دربے برقی روشنی سے روشن کئے گئے تو بکثرت انڈے دینے لگین، اور انڈے سینے مین بھی برقی حرارت سے کام لیا گیا،

دیمک اور اس کے مددگار، دیمک ایک مشہور کیڑا ہے جسکی غذا لکڑی، چمڑا اور کاغذ وغیرہ ہے، عام نقصانات کے علاوہ محکمۂ تار کو بھی اس سے سخت نقصانات پہنچتے ہین کیونکہ وہ تار کے ستونون کو کھا جاتا ہے۔ اسکی جو قسم مصر مین موجود ہے وہ صرف پرانی لکڑیون کو کھاتی ہے، اور اسی کو ہضم کر سکتی ہے، نئی لکڑیون کو وہ ہضم نہین کر سکتی، لیکن اسکی جو قسم سوڈان مین ہے، وہ نئی لکڑی کو بھی کھا کر ہضم کر سکتی ہے، کیونکہ اس کے معدے مین بعض قسم کے کیڑے ہوتے ہین جو نئی لکڑی کے ہضم کرنے مین اس کو مدد دیتے ہین،

سرو کی ایک قسم چین مین، ہمارے شعراء عموماً سرو لب جو کا تذکرہ کرتے ہین، لیکن چین مین ایک قسم کا سرو تالابون کے اندر پیدا ہوتا ہے، جسکی نشو و نما کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پانی اوسکی جڑون کو ڈھانک لیتا ہے، اور اس طرح اس کو ہوا سے محروم کر دیتا ہے، اسلیے یہ جڑین ادھر ادھر زانو کی طرح خمیدہ ہو جاتی ہین، پھر پانی مین ڈوب کر مٹی تک پہنچ جاتی ہین، اور اپنے نیچے کے کنارون سے اس کو غذا بناتی ہین، لیکن اس کا ایک حصہ جو زانو کی شکل کا ہوتا ہے پانی کے اوپر کھلا ہوا رہتا ہے، تاکہ ہوا کے ساتھ ملا ہوا رہے،

بلوریت ایک عام وصف ہے، عام مشاہدہ کے رو سے یہ رائے قائم کرلیگئی ہے کہ بعض مواد مین بلوریت پائی جاتی ہے، اور بعض مین نہین پائی جاتی یعنی اس کی کوئی خاص شکل نہین ہوتی، مثلاً نمک، شکر، الماس، یاقوت، زمرد اور زبرجد مین بلوریت پائی جاتی ہے، کیونکہ ان کی سطح مستوی ہوتی ہے، اور ان مین زاویے پائے جاتے ہین، لیکن اب دو علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہر مادہ گو وہ پسا ہوا اور نرم ہی کیون نہ ہو بلور سے مرکب ہے،

(ع)

ادبیات

اسوۂ حسینی

از

جناب مولوی ضیاء احمد صاحب ایم اے ضیاء بدایونی،

ایک دن خانۂ اطہر میں تھے مصروفِ طعام — خامسِ پنجتنِ پاک، امامِ جمہور
زینتِ بزمِ ہدیٰ قائدِ خیلِ شہدا — فدیۂ راہِ خدا، شیفتۂ ربِ غفور
مظہرِ حجتِ حق، داعیِ حریت حق، — حامیِ ملتِ حق، ناصرِ دین منصور
عزم سے جسکے مٹا قوتِ باطل کا جلال — ذات سے جسکی ہوا شانِ صداقت کا ظہور
آئے کچھ اہلِ عرب خوانِ کرم پر مہمان — میزبانی میں ہوئے شوق سے مشغول حضور
رکھدیئے سامنے خدام نے الوانِ طعام — بسکہ تھی خاطرِ مہمان شہِ دین کو منظور
آش گرم ایک پیالہ میں کنیزک لیکر — مطبخِ خاص سے آئی شہِ والا کے حضور
فرطِ عجلت میں ٹھکانے نہ رہے ہوش و حواس — رعبِ محفل سے مساعد نہ رہی عقل و شعور
ہاتھ کو لرزہ ہوا پاؤں میں لغزش آئی — دفعتہً چھوڑ دیا ظرف کو ہوکر مجبور
فرش پر گرکے پیالہ ہوا ٹکڑے ٹکڑے — جس سے آلودہ ہوا اب تنِ ملبوسِ حضور
نگہِ خشم سے دیکھا شہِ عالی نے اسے — ڈر گئی وہمِ سیاست سے کنیزِ مقہور
پڑھی بیساختہ قرآن کی وہ آیۂ پاک — جس میں کرتا ہے یہ ارشاد خداوند غفور

متقی وہ ہیں جو غصہ کو فرو کرتے ہیں — حد سے بڑھتے نہیں ہر چند کرے کوئی قصور
اس کو سنکر یہ دیا سبطِ پیمبر نے جواب — ضبطِ غصہ کو کیا میں نے بھی حتی المقدور
پھر وہ بولی کہ یہ ہے شیوۂ اہلِ تقویٰ — درگزر کرتے ہیں لوگوں کی خطاؤں سے ضرور
بولے سرکار نہ ہو اپنی خطا پر نادم — غایتِ عفو سے میں نے تجھے رکھا معذور
پھر کہا اس نے کہ جن لوگوں کا احسان ہے شعار — دوست کونین میں رکھتا ہے انھیں رب غفور
شہ نے ارشاد کیا جا تجھے آزاد کیا — آج کے دن سے میں آقا ہوں تو ہے مامور
جب غمِ دہر سے عاجز ہو تو آنا مرے پاس — جب زر و مال کی حاجت ہو تو کرنا مذکور
حق تعالیٰ نے کیا محسنِ عالم ہم کو — ایک میں کیا مرے گھر بھر کا یہی ہے دستور
ہیں سبھی چشمۂ احسان چہ صغیر و چہ کبیر — ہیں سبھی آیۂ رحمت چہ اناث و چہ ذکور
آپ بھوکے رہیں غیروں کو کھلائیں نعمت — اس گھرانے کا یہ شیوہ ہے جہان میں مشہور

مناظرِ قدرت،

برسات کی راتیں،

از

جناب محمد یسین صاحب تسکین قریشی،

پھر درد بھری ہر سو، کوئل کی صدا آئی — پھر کالی گھٹا اٹھی، پھر ٹھنڈی ہوا آئی
بادل کے گرجنے سے پھر ہوک اٹھی دل میں — برسات کی رت آئی، پھر مجھ پہ بلا آئی

دعوت ہے جوانی کی، ہنگامۂ مستی ہے — تاثیر کا عالم ہے، تاثیر برستی ہے

چھایا ہی اندھیرا سا، تابش ہی نہ تاریکی — یہ خلد نما منظر، سرمایۂ ہستی ہے

ہر باغ ہے میخانہ، ہر نخل ہے مستانہ — ہر بوند مئے صافی، ہر پھول ہی پیمانہ
مورون کی ہم آہنگی، سبزہ کی یہ خوش رنگی — جمگھٹ ہے حسینون کے گلشن ہی پریخانہ

صحرا ہو کہ آبادی، معمورِ تکلم ہے — کانٹون مین ہے شادابی غنچون مین تبسم ہے
چڑھتے ہوئے دریا مین، ہی شانِ دلآویزی — پانی پہ جوانی ہی موجون مین ترنم ہی!

یہ جنتِ نظارہ، یہ جلوۂ بستانی! — موسم کی یہ رنگینی، فطرت کی یہ عریانی
اس رُت مین بھلا کیونکر احساس جاگ اٹھے — حاصل ہے مجھے اس سے اک نسبت پنہانی

بجلی کی ہی بیتابی، اس دل کے دھڑکنے مین — بادل کی تراوش ہی، اشکون کے ٹپکنے مین
ان ٹھنڈی ہواؤن مین شامل ہین مری آہین — ہے سوزِ جگر پنہان، کوندے کے لپکنے مین

ہو جاتا ہون سودائی جب آتی ہین برساتین — یاد آتی ہین رہ رہ کر کچھ گذری ہوئی باتین
اس بھولنے والے سے اک کاش کوئی کہدے — کاٹے نہین کٹتین برسات کی یہ راتین

باب التقریظ والانتقاد

مرآۃ الشعر

مؤلفہ

مولوی عبدالرحمٰن صاحب افسر شعبہ ادبیات اردو، فارسی، عربی دہلی یونیورسٹی،

شعر اور شاعری پر اردو مین بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور لکھا جا رہا ہی، مگر مرآۃ الشعر اس فن مین ایک قیمتی اضافہ ہے، یہ درحقیقت ان خطبات کا مجموعہ ہی، جو سنہ ۱۹۲۳ء مین دہلی یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات اردو، عربی اور فارسی کے افسر شعبہ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو عربی شاعری پر دینے پڑے تھے، حال مین انھین خطبات کو کچھ اردو فارسی مثالون کے اضافہ کے ساتھ کتابی صورت مین ۲۶×۲۰ کی تقطیع پر ۴۰۰ صفحون مین شائع کر دیا گیا ہی، یہ اگرچہ فی نفسہ محض خطبات کا مجموعہ ہے مگر فن کی مستقل کتاب معلوم ہوتی ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا، قیمت ؏ خود مصنف سے سینٹ اسٹفن کالج دہلی سے ملسکتی ہے،

مصنف نے اس کے مباحث کو الفاظ، مجاز، معانی، جذبات، خیال، تخییل، تمثیل، توجیہ، جدتِ ادا، فکر، وصف، حسنِ ادا، ۱۳ عنوانون کے ماتحت ۷۰ سرخیون مین پھیلا کر واضح کیا ہے، معانی و بیان کے مباحث کو صرف "شعر و شاعری" تک محدود کر دیا جائے تو یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کو "اردو معانی و بیان" کی ترتیب کے لیے اہم اور مطلوب سرمایون کی فہرست مین داخل کر دیا جائے،

کتاب کا طرز بیان بالکل اس انداز مین "ڈوبا ہوا ہے، جو یورپ مین طرزِ استدلال سے متاثر ہوتا ہے،

گر مصنف نے اس نئی بولی مین عموماً پرانے بول دہرائے ہین، اور انھین کی تائید کی ہے،

سب سے پہلے عنوان "شعر" کو "۵" مباحث مین پھیلا کر سمجھایا گیا ہے، شعر کی تعریفین مختلف زمانون مین مختلف ہوتی رہی ہین، ان تمام تعریفون کا ذکر کرنے اور اختلاف کے اسباب بیان کرنے کے بعد انھون نے شعر کی اسی تعریف کو ترجیح دی ہے جو عربی، فارسی اور اردو شعرا کے درمیان عموماً مسلم ہے، یعنی شعر وہ موثر، موزون اور مقفی کلام ہے جو بالارادہ کہا گیا ہو، آج کل وزن اور قافیہ کو شعر کی ماہیت کا جزو نہین سمجھا جاتا، بلکہ کچھ لوگ تو ان چیزون کو شعر کے لازمی اوصاف مین بھی داخل کرنا پسند نہین کرتے،

لیکن مولوی عبد الرحمن صاحب اس کے قائل نہین، ان کے نزدیک، شعر اور چیز ہے، اور شعریت اور چیز نظم اور چیز ہے، اور نثر اور چیز، شعریت نثر مین بھی پائی جاسکتی ہے، جس عبارت مین شعریت ہو اور وہ موزون نہ ہو وہ ان کی بولی مین شاعرانہ نثر ہے، تم اس کو استعارۃً شعر منثور کہہ لو، ان کو کوئی اختلاف نہین، اسی طرح جو عبارت موزون اور مقفی تو ہو مگر اس مین شعریت نہ ہو وہ نظم تو ہے مگر شعر نہین، اس موقع پر اپنی طرف سے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہین کہ عرب کے ظریف ادیب اس قسم کے اشعار کو "شعر فقیہ" کہا کرتے تھے اردو مین اس قسم کے فقیہ یا فلسفی اشعار کا ایک ذخیرہ جمع ہو رہا ہے، شعر ان کی بولی مین صرف وہ عبارت ہے جو شعریت اور موزونیت دونون کی جامع ہے، قافیہ کو شعر کے ساتھ وہی نسبت ہے جو موسیقی کے ساتھ ٹھیک کو ہے، قافیہ شعر مین حسن اور موسیقیت پیدا کرتا ہے، لیکن حسن ایک اضافی چیز ہے، عربی فارسی اور اردو زبانون کی ساخت اس قسم کی ہے کہ ان زبانون مین قافیہ اور زبانون سے زیادہ ضروری ہے،

جو لوگ وزن کو ضروری نہین سمجھتے، انکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قدیم فارسی مین یا تو سرے سے شعر تھا ہی نہین، اور تھا تو اس مین وزن نہین ہوتا تھا، اسی طرح سریانی اشعار بھی بے وزن ہوتے تھے، مصنف کو یہ تسلیم نہین، سریانی کے متعلق بہت صحیح ارشاد ہوتا ہے کہ جب عبرانی مین،

"دانا شید و مزامیر داؤد وغیرہ کا اب بھی دفتر کا دفتر موجود ہے"

تو:-

"سریانی شعر مین بھی وزن نہ ہونے کا دعویٰ کون کہہ سکتا ہے کہ کہان تک مبنی بر تحقیق ہے؟"

فارسی کے متعلق یہ جو روایت ہے کہ عرب کی آمد سے پہلے اس مین شعر یا اس کے شعرون مین وزن نہ تھا فرماتے ہین اور صحیح فرماتے ہین کہ جس قوم کی:-

کوئی بزم کوئی محفل، نغمہ و سرود سے خالی نہ ہوتی تھی . . . . جسکی منی ہوئی زبان نے بھی چامہ، چگامہ، ترانہ جیسے متعدد الفاظ انواع شعر کیلئے باقی چھوڑے،

اس کے متعلق کیسے گمان کیا جائے کہ وہ شعر سے محروم تھی، بلکہ اسحاق موصلی کی شہادت ہے کہ فارسی مین بھی شعر موجود تھا،

فرماتے ہین کہ اصل غلط فہمی کا باعث یہ ہے کہ ہر زبان کے مناسب کچھ اوزان ہوتے ہین جو دوسرے زبان مین وزن سمجھے نہین جا سکتے، اسلیے "کسی قدیم و مہجور زبان کے شعر کی موزونیت و ناموزونیت کا آج صحیح صحیح سراغ لگانا آسان نہین، تمام اقوام و السنہ کے اوزان مشترک نہین" . . . . .

بعض اوزان ایسے بھی ہوتے ہین کہ غیرون کے مذاق کے موافق نہین پڑتے، اہل زبان ان کی موزونیت پر سر دھنتے ہین مگر غیر زبان والون کو وہ بالکل ناموزون معلوم ہوتے ہین، مرزا جان کا ہندی بحر مین فارسی شعر ہے، مجھ سے پورا موزون نہین پڑھا جاتا، زبان جھٹکا کھاتی ہے اور ناموزون کہنے پر مجبور ہو جاتا ہون

منم آنکہ جدا شدہ بے سرو باشد بارخ چون برگ کاہے

نہ قرار و توانم ماندہ بجانم روے نما از پس ماہے،

اس بنا پر انھون نے قیاس کیا ہے کہ

"فارسی مین شعر تھا مگر اس مین عربی کی طرح وزن حقیقی لازمی نہ تھا، بیشتر وزن غیر حقیقی تھا اور عرب تھے وزن حقیقی کے عادی، جب سننے والون نے سنا اپنے شعر کے مقابلہ ناموزون پایا،

اسلیے،

"کچھے کہ فارسی شعر مین وزن نہین ہے اور چونکہ ان کے نزدیک شعر مین وزن ضروری تھا اسلیے بعض نے کہدیا کہ فارسی مین شعر ہی نہین"

جہان تک میرا خیال ہے اردو مین وزن حقیقی اور غیر حقیقی کی علمی تشریح سب سے پہلے اسی کتاب مرآۃ الشعر مین کیگئی ہے، وزن حقیقی سے سب واقف ہین، غیر حقیقی وزن کی تشریح مین اندلسی صنعت توشیح عربی کے مجزا اشعار اور زحافات سے مدد لی ہے، ہمارے خیال مین مصنف کو غیر حقیقی اوزان پر ابھی اور لکھنا چاہیے بحث کسی قدر تشنہ رہجاتی ہے،

مصنف نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ "یہ ناممکن ہے کہ بالکل ناموزون کلام لحن موزون پر گایا جاسکے" بات تو درست ہے، مگر ہر شخص اس کو بآسانی تسلیم نہین کرسکتا، عبری کی توریت نثر مین ہے، یہودیون کو پڑھتے سنئے، چاہے ہمارے اشعار کے ساتھ مشابہ نہو مگر آوازون کا اُتار چڑھاؤ اور کسی حرف کو اختلاس کے ساتھ، کسی کو مد کے ساتھ، کسی کو مقصور حرکت کے ساتھ، کسی حرف کے مخرج پر دیر تک آواز کو رہجاتے ہوئے، وہ ایک خاص لحن پیدا کردیتے ہین، قرآن شعر نہین مگر باقاعدہ قاری کو الگ چھوڑیئے معمولی نیم خوان اشخاص بھی اس مین خاص لے پیدا کردیتے ہین، بچے گلستان کا سبق یاد کرتے مین جب بار بار ایک جملہ کو دہرانا پڑتا ہے تو بسا اوقات بعض فقرون مین ایک خاص قسم کا اتار چڑھاؤ پیدا ہوجاتا ہے، مولود شریف شہیدی پڑھنے والون کی ایک خاص دھن ہوجاتی ہے، اصل یہ ہے کہ انسان کے تمام الفاظ اپنے اندر ایک ترنم اور موسیقی رکھتے ہین، جب یہ الفاظ باہم ملتے ہین تب عبارت مین ایک جدید ترنم پیدا ہوجاتا ہے، یہ جدید ترنم دو قسم کا ہوسکتا ہے، بعض عبارتون کا ترنم تو اس انداز کا ہوسکتا ہے کہ عبارت کو چند اجزا پر تقسیم کیا جاسکتا ہے جن مین سے ہر جزو دوسرے کا ہم وزن ہوگا، اس طرح کہ اس جز کا پہلا لفظ اگر ایک سبب اور دو وتد سے بنا ہے تو دوسرے جز کا پہلا لفظ بھی اسی قسم کا

ہوگا، پہلا جزا اگر چار جگہون پر منقطع ہوگا، تو دوسرا جز بھی چار ہی جگہون سے منقطع ہوگا، اس قسم کا ترنم جس عبارت مین پایا جائے وہ "نظم" ہے، اور جس مین یہ ترنم نہ ہو وہ "نثر" ہے لیکن اس کے معنی یہ نہین کہ جن عبارتون مین "نظم والا وزن" نہوان کو موزون لحن پر کبھی پڑھا نہین جاسکتا، روزمرہ کی مثلین، روز دہرائے جانے والے دعائیہ فقرے چاہے وہ نثر ہی کیون نہ ہون، بار بار ان کو پڑھنے سے ان مین ایک لحن پیدا ہوجاتا ہے اور اسکی صدہا مثالین ہین،

اس بنا پر غالبًا ہم کو یہ کہنے کا حق بھی حاصل ہوگیا ہے کہ جاحظ کے قول سے اس کی سند لانا کہ قدیم فارسی مین "غیر حقیقی وزن تھا" ابھی اور دلائل کا محتاج ہے، ہم کو اقرار ہے کہ مصنف نے ان کے اقوال سے جو فیصلہ کیا ہے غلط نہین ہے لیکن جاحظ نے تو یہی کہا ہے کہ

"عجم الفاظ کو اٹھاتے اور انھین پھیلاتے سمیٹتے جاتے ہین تاکہ لحن مین داخل ہوجائین"

اس کے متعلق تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ خالص نثر مین بھی ایسا ممکن ہے،

لہذا ہمارے خیال مین مصنف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ "غیر حقیقی اوزان" کی تعریف مین اتنے مباحث اور بڑھادین، جنکے ماتحت توریت اور قرآن غیر حقیقی اوزان کے شعر باقی نہ رہین،

مرآۃ الشعر مین ہمارے نزدیک بہت زیادہ خوبیان ہین، اس نے اردو کے کتب خانہ مین ایک نئی چیز کا اضافہ کیا ہے، کاش جناب مصنف نے کوشش کرکے اس کتاب کی زبان تصنیفی اختیار کی ہوتی، اب تک یہ کتاب خطبہ ہی معلوم ہوتی ہے، بعض باتین اس قسم کی ہوتی ہین کہ ان کی تفصیلی تشریح صرف خطیب کیلیے موزون ہوتی ہے، مصنف کو کوشش کرنی چاہیئے، کہ وہ اپنے مفہوم کو کم سے کم لفظ مین واضح کرے،

(ج)

مطبوعات جدیدہ

مذاکرات، حیدرآباد دکن کے روشن دماغ فرمانروا نے ہندوستان بھر کے دل و دماغ کو یکجا کر لیا ہے اس نئے بغداد میں ایک نئی مجلس "اخوان الصفا" قائم ہے، جو ہر ماہ منعقد ہوا کرتی ہے، اور اس میں علمی خطبے پڑھے جاتے ہیں، مذاکرات اس مجلس مذاکرہ کے خطبوں کا مجموعہ ہے، جس میں بترتیب ذیل کے مضامین ہیں،

۱۔	تاج المآثر	سید ہاشمی،	تاریخ دہلی کی سب سے پہلی کتاب تاج المآثر پر ریویو
۲۔	جاویدان خرد	نواب صدر یار جنگ	ابن مسکویہ کی آداب الفرس والعرب کے فارسی ترجمہ پر ریویو
۳۔	جغرافیہ اندلس	مولوی عنایت اللہ صاحب،	
۴۔	غزل،	نواب صدر یار جنگ،	
۵۔	نظریۂ اضافیت	ڈاکٹر مظفر الدین قریشی،	
۶۔	تحفۂ سامی	صدر یار جنگ،	شہزادہ سام مرزا صفوی کے تحفۂ سامی پر ریویو، یہ کتاب شعرائے فارس کا تذکرہ ہے،
۷۔	جاپان،	ترجمہ نثر انگریزی، نواب مسعود جنگ بہادر	

آخر میں معتمد مجلس کا ایک مختصر مضمون ہے جس میں اس مجلس مذاکرہ کا حال درج ہے، قیمت ؏ ارباب ذوق معتمد مجلس مذاکرہ، دار الترجمہ حیدرآباد سے طلب فرمائیں،

حیات صلاح الدین، یہ پچھلے عہد دن کی بات ہے کہ سرحد قریب کے پرانے اہل قلم مرحوم جناب مولوی سراج الدین احمد بیرسٹرایٹ لا اڈیٹر چودھویں صدی (خدا ان کی مغفرت کرے) حیات

صلاح الدین لکھکر شائع کی تھی، یہ کتاب اچھی یا بری جیسی بھی ہو جدید اردو کی ابتدائی فہرست کتب میں داخل ہے، قاضی محمد رفیق مالک اخبار نجات نے حال میں اس کو دوبارہ شائع کیا ہے، مصنف نے اس کتاب کو مشرقی اور مغربی دونوں طرح کے مورخوں کی مدد سے تیار کیا ہے، دونوں کے نقطہائے نظر کے اختلاف کے باعث منصفانہ فیصلوں میں جو وقت پیش آئی ہو وہ ظاہر ہے، کتاب ابھی حوالوں کی تشنہ ہے کہیں کہیں سیاق کلام میں حوالہ کے موقع پر مجاؤ، آرچر، اور کنگسفورڈ وغیرہ دو ایک مغربی مورخوں کے نام ملتے ہیں، مشرقی یا مسلمان مورخوں کا شاید اس میں کوئی حوالہ نہیں ہے، اصل مصنف زندہ ہوتے تو شاید یہ اس سے زیادہ مستند شکل میں پیش ہوتی، اس کے شروع میں، ۵ صفحہ کی ایک تمہید بھی ہے جس میں اختصار کے ساتھ پہلی اور دوسری جنگ صلیبی کی تاریخ ہے، اس کے بعد صلاح الدین ایوبی کی سیرت ہے، حجم ۲۱۹ صفحے قیمت عگر پتہ نجات بک ایجنسی بجنور،

خصائص مرتضوی، مشہور محدث، امام نسائیؒ کی خصائص سیدنا علیؓ بن ابی طالب مدت ہوئی کہ حیدرآباد میں چھپ چکی ہے، یہ کتاب اسی کا ترجمہ ہے، جناب مولوی سید اولاد علی صاحب ساغر لکھنوی نے اس کو اردو میں منتقل کیا ہے، جناب مترجم رئیس رام پور کے خاص مصاحب اور درباری واعظ ہیں، ترجمہ سے پہلے انھوں نے ۴۰ صفحوں کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، شروع ہی میں انھوں نے دعوی کیا ہے کہ "اولاد رسول واصحاب کی افضلیت کا مسئلہ شیعہ و سنی کی نزاع کی طرح ایک پرانا مسئلہ ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ فتح شیعوں کے ہاتھ میں رہی،" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت سے کس سنی کو انکار ہے لیکن اس فتح و شکست کی بحث کا یہ موقع نہ تھا، اس کو کسی مناظرانہ کتاب کے لیے اٹھا رکھنا چاہیے تھا، اصل ترجمہ ۹۷ صفحوں پر ختم ہوتا ہے، ایک ایک حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے، جناب مترجم کو غالباً معلوم ہے کہ خصائص کی حدیثیں سب کی سب صحت کے پایہ تک نہیں پہنچتیں، اس میں حدیث طیر تک موجود ہے، جسکو مستدرک سے نکال دینے کے باوجود حاکم پر اعتراضات کئے گئے ہیں، اس بنا

جناب مترجم کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ اس قسم کی مشکوک روایتون کے مجروح رواۃ پر بھی حاشیہ مین کچھ بحث کرتے
بہرحال ترجمہ صاف اور سلیس ہے کتابت، طباعت، اور کاغذ معمولی ہے، بہتر یہ تھا کہ عربی کی عبارتین
صفحہ کے اوپر حصہ مین ہوتین اور ترجمہ نیچے الگ ہوتا، بیچ بیچ مین بڑی بڑی عربی عبارتین دیکھکر معمولی اردو دان
گھبرا جائین گے، قیمت فی جلد ۸ر پتہ :- سید ابن الحسین بازار ملاظریف، رام پور اسٹیٹ،

تفسیر سورۂ اخلاص، محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور علامہ ابن تیمیہ کی کتابون
کو برابر اردو مین منتقل کراتے رہتے ہین، حال مین انھون نے انکی تفسیر سورۂ اخلاص کا ترجمہ شائع کیا، اسکو
اردو مین جناب مولوی غلام ربانی صاحب بی اے نائب مدیر زمیندار لاہور نے منتقل کیا ہے، ترجمہ صاف
اور رواں ہے حجم ۲۰۸ صفحے قیمت عہ

حقیقت التناسخ، یہان تک تو تمام مذاہب مانتے ہین کہ اس زندگی کے بعد موت ہے،
اور اس موت کے بعد زندگی ہے، اور اسی دوسری زندگی مین ہم کو پہلی زندگی کے پھل ملین گے، لیکن اسکے
بعد سامی مذاہب اور آریں مذاہب مین اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، سامی مذاہب کہتے ہین کہ اس موت
کے بعد جو زندگی تم کو ملے گی وہ دنیائے عمل سے کوئی تعلق نہ رکھیگی بلکہ تم محض عالم جزا و سزا مین بسر کروگے،
اس کے بعد یا تو ہمیشہ کا آرام ہے یا ہمیشہ کی تکلیف، لیکن آریں مذاہب اس کے قائل ہین کہ موت کے بعد
پھر ہمین اسی دنیا مین آنا ہے اور پھر تکلیف و آرام بھگتنا ہے، اسی خیال کا نام تناسخ یا آواگون ہے،
تناسخ یا آواگون وہ بنیادی عقیدہ ہے جو ابراہیمی مذاہب کو غیر ابراہیمی مذاہب سے ممتاز کرتا ہے، لیکن افسوس کہ
مسلمانون مین ایسے فرقے گذر چکے ہین جنھون نے دعوائے اسلام کے باوجود تناسخ کو تسلیم کیا ہے، اب بجمدہ یہ فرقے نہین
لیکن شاید دکن مین اس فرقہ نے دوبارہ جنم لینا چاہا ہے، چنانچہ حال مین نظامی پریس بدایون سے محمد عبدالوہاب بن محمد
عبدالعلی ناظمی نے یہ کتاب شائع کرکے قرآن سے تناسخ کا فرضی طریقہ پر ثبوت دینا چاہا ہے، حجم ۱۲۸ قیمت ۶ر پتہ نمبر ۱۵
مکان آرائش بلدہ باغ مسلم جنگ ملک پنبہ حیدرآباد دکن،

مجلد ہژدہم | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۶ء | عدد پنجم

مضامین